وضو کی فضیلت

وَعَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهٖ . [متفق عليه]

’’حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور اچھا وضو کیا، اس کے تمام گناہ اس کے جسم سے نکل گئے یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی۔‘‘

یعنی چھوٹے بڑے سب گناہ معاف ہو گئے۔

دین کے بنیادی اصول ۳۵

البتہ کچھ اعمال ان کے ساتھ مل کر کیے جائیں گے، عموماً حکمران ہی سپہ سالار اور حج کا امام ہوتا ہے، حج اور جہاد حکام سے مل کر جاری رہیں گے، حکمران خواہ نیک ہوں یا گناہگار۔ یہ ان کے اچھے اعمال میں سے شمار ہوں گے، اگر ان میں سے کوئی سپہ سالار ہو اور گناہ کے کام یعنی شراب نوشی کا سامان اور گانے والیاں بھی ساتھ لے کر نکلے، اسی طرح کوئی ایسا حکمران جس کا کوئی گناہ معروف ہو اور وہ حج کروائے تو یہ اس کی نیکیوں میں شمار ہوگا، ان گناہوں کی بنا پر ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچنا اور ان کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں۔

اسی طرح یہ حکمران مال تقسیم کریں گے، غنیمت، فے اور وہ اموال جن کی تقسیم ان کے سپرد ہے، کی تقسیم کریں، اس دولت کو وہیں خرچ کریں جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے یعنی مستحق لوگوں میں تقسیم کریں تو ان سے یہ نیکی قبول کی جائے گی۔ نیز صدقات، زکوٰۃ اور باقی عطیات وغیرہ انہیں دینا جائز ہے، جو انہیں ادا کردے گا وہ ذمہ داری سے بری ہوگیا پھر اس پر لازم نہیں کہ وہ دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے۔

بہرحال عام حکمران کی اطاعت جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم نہ دے، واجب ہے، ان کے خلاف خروج حرام ہے، اطاعت ایسی ہو کہ اس سے فتنہ وفساد پیدا نہ ہو۔ اسی طرح ان کے پیچھے نماز درست ہے۔ حکمران وہی ہیں جو مسلمانوں کو جمعہ اور عید وغیرہ کی نمازیں پڑھائیں، خواہ وہ کوئی نافرمانی کے کام بھی کرتے ہوں۔

بعض بدعتیوں کا مؤقف ہے: ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اگر امیر یا حاکم امام ہو تو یہ لوگ اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز دہراتے ہیں۔ یہ تشدد اور تکلف ہے، صحابہ اور آئمہ کرام ایسے حکمرانوں کے پیچھے نماز ادا کرلیا کرتے تھے جن میں گناہ کی باتیں بھی ہوتیں، مثلاً: حجاج، ولید بن عقبہ اور ابن زیاد وغیرہ، ایسی صورت میں صحابہ اپنی نمازوں کو دہراتے نہ تھے۔

اصول نمبر 36:...... **وَمَنْ خَرَجَ عَلَى إِمَامٍ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَقَدْ كَانَ النَّاسُ اِجْتَمَعُوْا عَلَيْهِ وَأَقَرُّوْا لَهُ بِالْخِلَافَةِ بِأَيِّ وَجْهٍ كَانَ بِالرِّضَا أَوْ بِالْغَلَبَةِ فَقَدْ شَقَّ هٰذَا الْخَارِجُ عَصَا الْمُسْلِمِيْنَ ، وَخَالَفَ الْآثَارَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَإِنْ مَاتَ الْخَارِجُ عَلَيْهِ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔**

''مسلمانوں کا ایسا حاکم کہ لوگ اس پر خوشی سے یا اس کے غلبہ کی وجہ سے جمع تھے اور انہوں نے اس کی خلافت کو تسلیم کیا ہوا تھا پھر کسی نے اس حکمران کے خلاف خروج کیا تو ایسے شخص نے مسلمانوں کی لاٹھی توڑی، نیز رسول اللہ ﷺ سے منقول آثار کی مخالفت کی، اگر یہ خارجی اسی حالت میں مرجائے تو جاہلیت کی موت مرے گا۔''

[صحیح بخاری: ۷۰۵٤، صحیح مسلم: ۱۸٤۹]

فہرست

محاسبہ نفس

اداریہ ══════ **ملک عصمت اللہ**

رمضان المبارک کی آخری ساعات اختتام کو پہنچ چکیں، یوم الجائزہ (عید کا دن) گزر چکا۔ اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ ہمیں کچھ دیر کے لیے رک کر اپنا اپنا جائزہ لینا ہوگا اور اپنے نفس کا محاسبہ کرنا ہوگا کہ ہم رمضان المبارک کے برکات وثمرات سے بہرہ ور ہوئے ہیں یا ان سے محرومی ہمارا مقدر بنی۔ یوم الجائزہ میں بٹنے والے انعامات واکرام کے مستحق ٹھہرے ہیں یا یہاں بھی بے نیل ومرام رہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہوا ہمارے حصے میں صرف محنت ومشقت ہی آئی ہو اور اجر وثواب سے محروم رہے ہوں۔

ہمارے بعض حضرات محاسبہ نفس کے عمل کو صوفیوں کی طرف منسوب کرکے اس سے گریز اختیار کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہ دین اسلام کا اہم حصہ اور شریعت کے اہم تقاضوں میں سے ایک اہم تقاضا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ﴾ [الحشر: ۱۸]

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر نفس کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔''

نفس کا محاسبہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ نفس انسان کو ہر وقت بدی پر اکساتا رہتا ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ ''بے شک نفس تو حکم دیتا ہے برائی کا لیکن جس پر میرا ربّ رحم کرے۔''

نفس کا محاسبہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ آخر اس کا بھگتان بھی خود ہی بھگتنا پڑے گا۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ''ہر نفس جو کچھ کمائے گا اس کا بوجھ اسی پر ہوگا اور کوئی دوسرا اس کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔''

حدیث نبوی میں بھی محاسبہ نفس پر زور دیا گیا ہے اور اسے عقل ودانش کی علامت قرار دیا ہے۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله۔**

[ترمذی، ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ]

عقل مند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور موت کے بعد کے لیے عمل کرتا رہے اور احمق ہے وہ جو اپنے نفس کو اپنی خواہشات کے پیچھے لگا دے (یعنی اسے بے لگام چھوڑ دے) اور اللہ تعالیٰ سے لمبی لمبی امیدیں اور آرزوئیں کرتا رہے۔

اب آیئے اصل موضوع کی طرف!

روزے کے مقاصد میں سے اوّلیں مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔ اعمال میں تقویٰ کی وہی حیثیت ہے جو جسم میں خون کی۔ خون جب جسم کے انگ انگ اور جوڑ جوڑ میں پہنچتا ہے تو زندگی کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔ پورا جسم توانائی سے بھر جاتا ہے۔ ہر جوڑ حرکت میں آجاتا ہے۔ یہی حال تقویٰ کا ہے۔ تقویٰ اعمال کی جان ہے۔ یہ نہ ہو تو اعمال مردہ، بے جان اور بیکار ہو جاتے ہیں۔

ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے اس کا دوسرا مقصد اس کمی کا تدارک کرکے اس کی افزائش ونمو کرنا ہے۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾

''صرف مومن وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے ایمان میں (آیاتِ الٰہی کی تلاوت) اضافے کا سبب بنتی ہیں اور وہ اپنے ربّ پر توکل کرتے ہیں۔'' [الانفال: ۲]

قرآنِ مجید کے دوسرے مقام پر ہے:﴿ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ﴾
''جو لوگ اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں ان کے بدن (خدا کے خوف سے) کانپنے لگتے ہیں ان کی کھالیں نرم پڑ جاتی ہیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر کی طرف جھک پڑتے ہیں۔''[الزمر: ۲۳]

ایمان کی افزائش ونمو کا ذریعہ قرآنِ مجید ہے اس لیے صیام کے ساتھ قیام کو مقرر کیا گیا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔[متفق عليه]

''جس نے رمضان میں ایمان واحتساب کی حالت میں روزے رکھے اور قیام کیا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔''

گناہوں کی معافی کی دو چیزیں......ایمان اور احتساب......شرط ہیں۔اعمال کی قبولیت میں بنیادی کردار ایمان کا ہے۔ایمان نہ ہو تو کوئی عمل بارگاہِ الٰہی میں بار نہیں پاتا اور پھر ایمان اور عمل کے درمیان بڑا گہرا رشتہ ہے۔ایمان بیج ہے اور عمل اس کے برگ وبار ہیں۔ایمان ہو تو عمل کی کشت ویران میں فصل بہار لہلانے لگتی ہے۔

اسی طرح احتساب ہے یعنی جو نیک عمل کیا جائے اس کی بنیاد بس اللہ اور رسول پر ایمان لانا اور اسی سے اجر وثواب کی امید رکھنا ہے۔یہی ایمان واحتساب ہمارے اعمال کے قلب وروح ہیں اگر یہ نہ ہوں تو بڑے بڑے اعمال بھی بے وزن اور بے جان ہوجاتے ہیں۔اگر ہوں تو ہر عمل پر......چاہے وہ کتنا چھوٹا ہی کیوں نہ ہو......اجر وثواب کے انبار جمع کر سکتے ہیں۔گویا ایمان اور احتساب سے دل کا تزکیہ مقصود نہیں بلکہ دل کے تزکیے کے ساتھ عمل کی تطہیر بھی مقصود ہے۔آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ حَاجَةٌ لِلّٰهِ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ ۔[بخاری]

''جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے رکھے۔''

بسا اوقات انسان جذبات سے مشتعل ہوکر اول فول بکنا شروع کردیتا ہے۔اللہ کو یہ ہرگز گوارا نہیں ہے کہ اشتعال میں آکر انسان شعلۂ جوالا بنا رہے اور جو اس کے جی میں آئے کہتا پھرے۔روزے سے ان بے لگام جذبات کو دبانا اور انہیں ٹھنڈا کرنا بھی مقصود ہے۔

فَاِنْ سَابَهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّي امْرَءٌ صَائِمٌ یعنی ''روزہ دار کو اگر کوئی گالی بھی دے یا اس سے خوامخواہ الجھنے کی کوشش بھی کرے تو روزہ دار نہ اس کو گالی دے نہ اس سے لڑے بلکہ یہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔'' اس سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ تزکیہ نفس اور تطہیر قلب کے ساتھ تطہیر عمل نہ ہو تو انسان کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔جیسا کہ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الظَّمْأُ وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهْرُ ۔[رواه الدارمی]

''کتنے روزہ دار ایسے ہیں جن کو روزے سے فاقے اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی رات کا قیام کرنے والے ایسے ہیں کہ ان کو تکان کے سوا کچھ نہیں ملتا۔''

اس ارشادِ گرامی کی روشنی میں ہمارے لیے اور بھی ضروری ہوگیا ہے کہ ہم سب اپنے اپنے صیام وقیام کا جائزہ لیں۔

ہم نے پورا مہینہ روزے رکھے۔کیا ہم میں تقویٰ آیا؟ کیا ہم نے اللہ کے ڈر سے باقی گیارہ مہینوں کے لیے گناہوں کو ترک کرنے کا عزم کیا؟ رمضان کی راتوں میں قیام کیا اور قرآن سنتے رہے۔کیا ہمارے ایمانوں میں اضافہ ہوا جس نے ہماری زندگی میں انقلاب برپا کردیا ہو؟ خدا کے خوف سے ہمارے بدن میں کوئی جھرجھری آئی یا ہماری آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔

کیا ہمارے قلب وروح کی تطہیر ہوئی؟ کیا ہمارے اعمال میں سدھار آیا؟ اگر ایسا ہے تو یقین کیجیے ہماری محنت ٹھکانے لگی۔اگر نہیں تو ہمیں فوراً اللہ سے استغفار کرنی چاہیے۔﴿ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴾

تفسیر سورۂ ق

مولانا ارشادالحق اثری حفظہ اللہ

﴿ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ﴾ [ق : ٦]

”کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا؟ کس طرح ہم نے اس کو بنایا اور اس کو آراستہ کیا اور اس میں کہیں کوئی رخنہ نہیں۔“

پہلی آیت میں قیامت کے برحق ہونے پر اللہ تعالیٰ کے علم کامل کا بطور دلیل ذکر ہے اور اس آیت میں قدرتِ کاملہ کے حوالے سے دلیل کا تذکرہ ہے، کہ کبھی انہوں نے نگاہ اٹھا کر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کس طرح بنایا اور رات کو اسے چاند ستاروں اور دن کو آفتاب کی روشنی میں نیلگوں رنگ سے سجایا ہے۔

یہ اتنی بلندی پر چھت اور اس قدر وسیع وعریض کہ جس کے طول وعرض کا آج تک اندازہ نہیں ہوسکا۔ پھر یہ دو چار برس کا قصہ نہیں، بلکہ حضرتِ انسان کی پیدائش سے سال ہا سال پہلے یہ آسمان بنایا، جس کے بارے میں ماہرین فلکیات کا اندازہ ہے کہ روشنی کی رفتار کے مطابق تیز ترین ہوائی جہاز جو ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار پر چلے، وہ آسمان کے گرد چکر لگائے تو اس ہوائی جہاز کو آسمان کا چکر لگانے میں ایک ارب سال لگیں گے۔

ایسا وسیع وعریض آسمان بغیر ستونوں کے بنا دیا۔ اس میں ابھی تلک کوئی خلل واقع نہیں ہوا، اس میں کوئی شکن نہیں پڑی، انسانوں کی بنائی ہوئی چھتیں ستونوں کے بغیر بنتی نہیں، پرانی ہوجائیں تو ان کا رنگ وروپ بگڑ جاتا ہے۔ چھت کمزور ہوجاتی ہے۔ بار بار کی ریپرنگ کے باوجود بالآخر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجاتی ہے۔

مگر آسمان ہے کہ نہ اس کا رنگ وروغن بدلا، نہ اس کی خوب صورتی میں فرق آیا، شکست وریخت تو کجا ابھی تلک اس میں کوئی شکن نہیں پڑی، جس طرح روزِ اوّل کو تھا آج بھی بدستور اسی طرح ہے، اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا اسی طرح رہے گا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یہ قدرتِ کاملہ ہے تو اس کے لیے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا کیوں کر مشکل ہے؟ جو عرصۂ دراز سے آسمان، اس کی زیب وزینت کا نگہبان اور محافظ ہے اس کے لیے انسان کے مرنے کے بعد اس کے اجزائے ترکیبیہ کو محفوظ کرنا ناممکن کیوں ہے؟ آسمان کے مقابلے میں انسان کی حیثیت ہی کیا ہے؟

﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا ﴾ [النازعات : ٢٧]

”کیا تمہاری تخلیق زیادہ سخت کام ہے یا آسمان کی؟“

جو قادر مطلق یہ آسمان بنا سکتا ہے، بلکہ پورے عالم بالا میں بے شمار ستارے، سیارے، کہکشائیں، بنانے پر قادر ہے، اس کے لیے مشت خاک سے بنے ہوئے انسان کو دوبارہ زندہ کرنا کون سا مشکل ہے؟

﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [المؤمن : ٥٧]

”بے شک آسمان اور زمین پیدا کرنا انسانوں کے پیدا کرنے سے کہیں بڑا کام ہے، مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔“

اسی طرح سورۂ یٰسین میں فرمایا:

﴿ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴾ [يٰس : ٨١]

”کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا، اس پر قادر نہیں کہ

ان جسموں کو دوبارہ پیدا کر دے؟'' کیوں نہیں، وہ بڑا خالق ہے (تخلیق کا کام) خوب جانتا ہے۔''

اسی طرح سورۃ الاحقاف میں فرمایا:

﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِىَ الْمَوْتٰى بَلٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [الاحقاف: ٣٣]

''کیا انہوں نے اتنا نہیں سمجھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور ان کے بنانے میں وہ نہیں تھکا وہ اس پر قادر ہے کہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر لے۔ کیوں نہیں، یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

آسمان کی تخلیق انسان کی تخلیق سے کہیں بڑا کام ہے، انسان میں سوراخ ہیں، اس میں کئی تفاوت ہیں، مگر آسمان میں کوئی تفاوت نہیں، جب انسان اس حقیقت کو سمجھتا ہے اور اس پر سر دھنتا ہے تو اس سے کم تر انسان کے دوبارہ پیدا ہونے کو وہ مستبعد کیوں سمجھتا ہے؟

آسمان کی زینت دن اور رات میں مختلف ہے، یہی اختلاف لیل ونہار کا باعث ہے۔ رات آنے پر دن کا نظارہ ختم ہو جاتا ہے، اور آسمانِ دنیا ستاروں سے جگمگا اٹھتا ہے۔ مگر طلوع فجر سے ان ستاروں کی روشنی آہستہ آہستہ ماند پڑ جاتی ہے اور نیر تاباں کے طلوع ہونے پر سب ستارے گویا ختم ہو جاتے ہیں، یہ نظام ایک عرصۂ دراز سے یوں ہی جاری وساری ہے۔ جو قادرِ مطلق روز مرہ کے اس انقلاب اور اعادہ پر قادر ہے وہ انسان کے ختم ہونے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

''الحق'' کی تکذیب سے مراد جیسا کہ ہم نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس سے بعد کی آیت میں آسمان کی تخلیق اور اس کی تزئین وآرائش پر غور وفکر کی دعوت ہے۔ اس میں قیامت کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کی طرف بھی اشارہ مراد ہو سکتا ہے، چناں چہ آسمان کا یہ سارا نظام جس طرح سورج سے وابستہ ہے اس کے طلوع ہونے سے سارے ستارے بے نور ہو جاتے ہیں۔ پیدا کرنے والے نے اگر یہ فوقیت سورج کو دے رکھی ہے تو وہ انسانوں میں رسول اللہ ﷺ کو عظمت اور فوقیت کیوں نہیں دے سکتا؟ آسمان کا سورج تو ''سراج وہاج'' ہے تاہم وہ بے نور ہو جاتا ہے مگر زمین کا ''سراجِ منیر'' صدا روشن رہے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی معنی میں فرماتی ہیں:

لَنَـا شَمْسٌ وَلِلْآفَاقِ شَمْسٌ
وَ شَمْسِىْ خَيْرٌ مِّنْ شَمْسِ السَّمَآءِ
فَـاِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ بَعْدَ فَجْرٍ
وَ شَمْسِىْ طَالِعٌ بَعْدَ الْعِشَآءِ

''ایک سورج ہمارا ہے اور ایک سورج آسمان کے افق پر طلوع ہونے والا ہے (لیکن میرا یہ دعویٰ ہے کہ) میرا سورج آسمان والے سورج سے افضل ہے، کیوں کہ یہ سورج تو فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے، جب کہ میرا سورج عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔''

اور کسی نے یوں بھی فرمایا:

أَفَلَتْ شُمُوْسُ الْأَوَّلِيْنَ وَ شَمْسُنَا
أَبَدًا عَلٰى أُفُقِ الْبَقَآءِ لَا تَغْرِبُ

''پہلوں کے سورج غروب ہو چکے اور ہمارا سورج افق پر ہمیشہ طلوع رہے گا اور کبھی غروب نہ ہوگا۔''

اعلانِ تعطیلات

عید الفطر ۱۴۳۱ھ کے مبارک موقع پر دفتر الاعتصام 10 ستمبر تا 14 ستمبر 2010ء (بروز جمعرات تا پیر) بند رہے گا۔ اسی طرح مولانا محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری میں بھی تعطیلات ہوں گی۔

ہفت روزہ الاعتصام کا شمارہ نمبر 38 مؤرخہ 17 ستمبر 2010ء کے 24 ستمبر 2010ء کو اشاعت پذیر ہوگا۔ ان شاء اللہ

قارئین وایجنٹ حضرات نوٹ فرما لیں۔ (ادارہ)

قارئین الاعتصام کو عید الفطر کی خوشیاں مبارک ہوں

تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: إذا خاف السلطان

جب بادشاہ کا خوف ہو

۷۲۸۔ عبد اللّٰه بن مسعود: إذا كانَ على أحدِكُمْ إمامٌ يَخافُ تَغَطْرُسَهُ أو ظُلْمَهُ فَلْيَقُلْ: اللّٰهُمَّ رَبَّ السمٰوات السَّبْعِ ورَبَّ العَرْشِ العَظِيْمِ، كُنْ لِيْ جَارًا مِنْ فُلان ابْنِ فُلان وأَحْزَابِهِ مِنْ خَلائِقِكَ أَنْ يَفْرُطَ عليَّ أَحَدٌ مِنْهُمْ أو يَطغٰى عَزَّ جَارُكَ، وجَل ثَنَاؤُكَ، ولا إلٰهَ إلَّا أَنْتَ.

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا جب تم پر کوئی ایسا حاکم ہو جس کی سخت گیری اور ظلم کا خوف ہو تو یہ دعا کرو۔اے اللہ! سات آسمانوں کے ربّ، عرش عظیم کے ربّ! اے اللہ میں تیرے جوار میں پناہ لیتا ہوں تو میرا ہمسایہ بن جا، میرے فلاں بن فلاں (ظالم بادشاہ) اور اس کے گروہ کے لوگوں سے میری حفاظت فرما کہ وہ مجھ پر ظلم کریں یا زیادتی کریں میں تجھ سے ان کی سرکشی سے پناہ مانگتا ہوں۔ تجھ سے پناہ لینے والا باعزت ہوتا ہے، تیری ہی تعریف ہے، تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں، تین مرتبہ کہے۔'' [صحیح]

۷۲۹۔ عَنْ عبد اللّٰه بن عبّاس قالَ: إذا أتيتَ سُلْطَانًا مَهِيْبًا تخافُ أن يَسْطُوَ بكَ فَقُلْ: اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَعَزُّ مِنْ خَلْقِهِ جَمِيْعًا، اَللّٰهُ أَعَزُّ مِمَّا أخَافُ وَأَحْذَرُ، وَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ الَّذِىْ لا اِلٰهَ إِلَّا هُوَ، الْمُمْسِكِ السَّمٰواتِ السَّبْعِ أَنْ يَقَعْنَ عَلَى الأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ، مِنْ شَرِّ عَبْدِكَ فُلان وَجُنُودِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَأَشْيَاعِهِ، مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، اَللّٰهُمَّ كُنْ لِيْ جَارًا مِنْ شَرِّهِمْ جَلَّ ثَنَاؤُكَ، وَعَزَّ جَارُكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. [صحیح]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تو ایسے حاکم کے پاس آئے جس سے لوگ ڈرتے ہوں اور تجھے اس بات کا ڈر ہو کہ وہ ظلم کرے گا تو یہ کہہ اللہ سب سے بڑا ہے، اپنی ساری مخلوق میں عزت والا ہے، اللہ تعالیٰ ان سب سے عزت والا ہے جس سے میں ڈرتا ہوں اور ان کے شر سے بچتا ہوں۔ میں اللہ کے نام کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی معبود جو ساتوں آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روکنے والا ہے (مگر اس کے حکم کے ساتھ گریں گے) اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس سرکش بندے اور اس کے گروہ اس جیسے ظالم لوگوں سے خواہ جن ہوں یا انسان، اے اللہ! ان کے شر سے اپنے جوار میں مجھے حفاظت سے رکھ، تیری ثنا پر جلال ہے۔ تیرا ہمسایہ باعزت برکت والا ہے تیرا نام اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''

۷۳۰۔ عَنْ عبد اللّٰه بْنِ عبّاسٍ قالَ: مَنْ نَزَلَ بِهِ هَمٌّ أَوْ غَمٌّ أو كَرْبٌ، أو خَافَ مِنْ سُلَطَان، فَدَعَا بِهٰؤلاءِ اسْتُجِيْبَ لَهُ: أَسْأَلُكَ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ رَبُّ السَّمٰواتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ

الْعَظِيْمِ ، وَأَسْأَلُكَ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ رَبُّ السَّمٰواتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ، وَأَسْأَلُكَ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ رَبُّ السَّمٰواتِ السَّبْعِ وَالأَرْضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا فِيْهِنَّ ، إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ، ثُمَّ سَلِ اللّٰهَ حَاجَتَكَ .

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کسی کو غم خوف بے چینی ہو یا کسی ظالم حکمران سے ڈر اور خطرہ ہو تو یہ دعا کرے ضرور قبول ہوگی۔ اے اللہ! سات آسمانوں اور عرشِ عظیم کے مالک میں تجھ سے لا الٰہ الا انت کے ذریعے سوال کرتا ہوں۔ اے ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے کے مالک میں لا الٰہ الا انت کے ذریعے تجھ سے سوال کرتا ہوں بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

باب: ما يدّخر للداعی من الأجر والثواب

دعا کرنے والے کے لیے اجر وثواب ذخیرہ کیا جاتا ہے

۷۳۱۔ عَنْ أَبِی سعيدٍ الخدریّ ، عن النَّبِیِّ ﷺ: ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ لَيْسَ بِإِثْمٍ وَلَا بِقَطِيْعَةِ رَحِمٍ إِلَّا أَعْطَاهُ إِحْدَیٰ ثَلاثٍ: إِمَّا أَنْ يُعَجِّلَ لَهُ دَعْوَتَهُ ، وَإِمَّا أَنْ يدّخِرَها لهُ فِی الآخِرَةِ ، وإِمَّا أَنْ يَدْفَعَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا)) قال: إذاً نكثر قال: ((اللّٰهُ أَكْثَرُ)) . [صحيح]

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی مسلمان ایسی دعا کرتا ہے جو کہ گناہ اور قطع رحمی نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ اس کو تین چیزوں میں سے ایک ضرور دیتا ہے یا تو اس کو وہ مل جاتا ہے جس کی وہ دعا کرتا ہے یا اس دعا کو اس کے لیے آخرت میں ذخیرہ بنا دیتا ہے یا اس کے مطابق کوئی مصیبت آنے والی کو دور کر دیتا ہے۔ صحابہ نے کہا پھر ہم زیادہ سے زیادہ دعائیں کریں گے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ بڑا دینے والا ہے۔''

۷۳۲۔ عن أبی هريرة ، عن النَّبیِّ ﷺ قال: ((مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يَنْصُبُ وَجْهَهُ إِلَی اللّٰهِ يَسْأَلُ مَسْأَلَةً إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاها ، إما عَجَّلها له فی الدنيا ، وإِمَّا ذَخَرَهَا لَهُ فِی الآخِرَةِ مَا لَمْ يَعْجَلْ)) قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ، ومَا عَجَلَتُهُ؟ قَالَ: ((يقولُ: دَعَوْتُ و دَعَوْتُ ، ولا أراهُ يُسْتَجَابُ لِیْ))

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے جب کوئی مومن اپنے چہرے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کرتا ہے یا تو جو دعا کی قبول ہو جاتی ہے یا اس کے لیے آخرت کے لیے ذخیرہ کر دیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ جلد بازی نہ کرے۔ آپ سے پوچھا گیا جلدی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جلدی یہ ہے کہ وہ یوں کہے میں نے بار بار دعا کی لیکن مجھے قبول ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔''

باب: فضل الدعاء

دعا کی فضیلت

۷۳۳۔ عن أبی هريرة رضی الله عنه ، عن النَّبیِّ ﷺ قال: ((ليسَ شیءٌ أكْرَمَ على اللّٰهِ مِنَ الدُّعَاءِ)) .

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک کوئی چیز دعا سے زیادہ افضل نہیں ہے۔''

۷۳٤۔ عن أبی هريرة ، عن النَّبِیِّ ﷺ قالَ: ((أَشْرَفُ العِبَادَةِ الدُّعَاءُ))

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دعا تمام عبادتوں میں افضل ترین عبادت ہے۔''

۷۳۵۔ عن النّعمان بْنِ بشير ، عن النَّبیِّ ﷺ قال: ((إنَّ الدُّعَاءَ هو العِبَادَةُ)) ثم قرَأَ: ﴿ادْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [مومن: ٦٠]

''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک دعا ہی عبادت ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔''

اطاعت رسول ﷺ

عبدالرشید عراقی

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول کی اطاعت کی بھی تاکید کی گئی ہے۔ اور بہت سی آیات میں اطیعوا اللہ کے ساتھ اطیعوا الرسول کا بھی حکم ہے۔

﴿ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾

''اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔'' [آلِ عمران : ۱۳۲]

رسول ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾

''ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے اسی لیے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت ان کی اطاعت وفرماں برداری کی جائے۔'' [النساء : ٦٤]

اور رسول ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کہا گیا ہے:

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾

''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کی۔'' [النساء : ۸۰]

رسولؐ کی اطاعت میں عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول ﷺ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

من اطاعنی فقد اطاع الله ومن عصانی فقد عصی اللّٰه۔ [صحيح مسلم، كتاب الامارة]

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔''

اطاعت کے ان احکام میں رسول اللہ ﷺ کے وہ تمام اقوال وافعال داخل ہیں جو آپ ﷺ نے مسلمانوں کی تعلیم کے سلسلہ میں ارشاد فرمائے یا ان پر عمل کیا۔ اس لیے کتاب اللہ کے بعد ان کی حیثیت بھی قانون کی ہے اور مسلمانوں کے لیے کتاب اللہ ہی کی طرح واجب العمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴾ [الاحزاب : ٣٦]

''اور کسی مسلمان مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ان کے کسی معاملہ میں فیصلہ کر دے تو اس میں اس کو چوں وچرا کا اختیار باقی رہے۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں ہے۔''

رسول ﷺ کی اطاعت مستقل حیثیت سے واجب ہوتی ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ [النساء : ٥٩]

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور اپنے اولی الامر کی اگر کسی بات میں اختلاف پیدا ہو، اور تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو، تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین اطاعتیں واجب فرمائی ہیں۔ دو

مستقل اور ایک غیر مستقل۔ اللہ اور رسول کی اطاعت تو مستقل واجب کی گئی ہے اور اولی الامر کی تیسری اطاعت ان دو اطاعتوں کے ماتحت درج کر دی گئی ہے۔ اسی لیے پہلی دو اطاعتوں کے لیے لفظ اطیعوا (فرمانبرداری کرو) مکرر استعمال کیا گیا ہے اور تیسری اطاعت کے لیے جداگانہ امر نہیں فرمایا گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کی نظر میں رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت کی طرح ایک مستقل حیثیت بھی رکھتی ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اولی الامر کی اطاعت ان اطاعتوں کی طرح مستقل حیثیت نہیں رکھتی۔ [ترجمان السنه: ١/ ١٤٦]

حافظ ابن قیم (م ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

اطاعت رسول کے مستقل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا ہر حکم ماننا چاہیے۔ خواہ اس کی اصل ہمیں قرآن میں معلوم ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بعض سنتوں کی اصل قرآن میں موجود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ رسول کی اطاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کا مکلّف ہی نہیں بنایا کہ اس کی اصل کتاب اللہ میں تلاش کی جائے۔ اولوالامر کی اطاعت اس طرح واجب نہیں ہے۔ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول کے ماتحت ہے۔ اس لیے جب تک وہ احکام خدا اور رسول کی مرضی کے مطابق حکم دیں، ان کی اطاعت کی جائے گی۔ اور جب ان کا خلاف کریں واجب الاطاعت نہ رہیں گے۔ صحیح حدیث میں ہے:

لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق ۔

''خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ کی جائے۔''

انما الطاعة فی المعروف ۔

''اطاعت صرف اچھی بات میں کرنی چاہیے۔''

ایک مرتبہ مسلمانوں کے امیر نے اپنی فوج کے دستے کو حکم دیا کہ وہ آگ میں گھس جائیں۔ اس حکم کی تعمیل میں صحابہ نے تامل کیا۔ جب آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا:

انهم لو دخلوا لما خرجوا منها ۔

''اگر یہ لوگ آگ میں چلے جاتے تو پھر انہیں اس سے کبھی نکلنا نصیب نہ ہوتا۔''

کیوں کہ یہ حکم شریعت اسلامیہ کے خلاف تھا۔ اس میں کسی امیر و حاکم کی اطاعت واجب نہیں ہے۔

[اعلام الموقعین: ١/ ٤١ ۔ ترجمان السنة: ١/ ١٤٧]

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے اس بیان سے اطاعت رسول کے مستقل اور اولوالامر کی اطاعت غیر مستقل ہونے کا مفہوم واضح ہو گیا۔

اطاعت رسول کی دس خصوصیات:

قرآنِ کریم سے اطاعت رسول کے جو خصائص معلوم ہوئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

① ...... اللہ کے رسول کی اطاعت رحمت الٰہی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔

② ......اطاعت رسول سے روگردانی سے حبط مال کا اندیشہ ہے۔

③ ......رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے مترادف ہے۔

④ ...... ہر پیغمبر اسی لیے مبعوث ہوا ہے کہ لوگ اس کے نقش قدم پر چلیں۔

⑤ ......اپنے ہر معاملہ کو رسول کے سپرد کر دینا پھر اس کے ہر فیصلہ کو حق سمجھنا اور اس پر ایسی خوشی سے راضی ہو جانا کہ خلاف ہونے کی صورت میں دل کے اندر کوئی تنگی محسوس نہ ہو۔

⑥ ......اس کے فیصلہ کا کہیں اپیل نہ ہونا۔

⑦ ......اس کے فیصلہ پر رضامندی شرط ایمان ہونا۔

⑧ ......اس کا ہر فیصلہ ناطق ہونا۔

⑨ ......اس کی اطاعت کا بعینہٖ اللہ کی اطاعت ہونا۔

⑩ ......اس کی اطاعت کے لیے کسی دلیل کا محتاج نہ ہونا۔

قرآنِ کریم سے صرف رسول ﷺ کی اطاعت ثابت ہوتی ہے اور رسول ﷺ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کہا گیا ہے اور رسول ﷺ کی اطاعت کا یہ مقام اس لیے ہے:

''وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا جو بولتا ہے وہ اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے جو اس پر بھیجی جاتی ہے۔'' [٥٣ : ٣،٤]

قرآن کریم کی بے شمار آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت اور نجات کا راستہ صرف اطیعوا الله و اطیعوا الرسول میں ہے۔

اجازۂ حدیث اور مولانا محمد اسحاق بھٹی

حافظ ریاض احمد عاقب (مدرس مرکز ابن القاسم الاسلامی، ملتان)

اجازہ اخذ حدیث کے طرق میں سے ایک طریق ہے اور اس سے مراد استاد اپنے شاگرد کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اس کی مسموعات (شنیدہ روایات) یا مؤلفات کو روایت کرے۔

وَهِيَ فِيْ اِصْطِلَاحِ الْقَوْمِ أَنْ يَأْذَنَ الشَّيْخُ لِغَيْرِهِ بِأَنْ يَرْوِيَ عَنْهُ مَرْوِيَاتِهِ أَوْ مُؤَلَّفَاتِهِ۔ [حاشية الباعث، ص: ۱۳۵ بحواله اتحاف النبيه، ص: ۳۱ مزید تفصیل کے لیے قواعد التحديث للقاسمي، ص: ۳۴۹، ۳۵۰ ملاحظہ فرمائیں]

''محدثین کی اصطلاح میں (اجازہ سے مراد) یہ ہے کہ شیخ اپنے تلمیذ کو اس بات کی اجازت مرحمت فرما دے کہ وہ اس کی مرویات یا مؤلفات (جمع کردہ کتب) آگے روایت کرے۔''

جمہور محدثین کے نزدیک یہ صورت جائز ہے کہ ایک محدث کسی ایک شخص یا اشخاص کو ایک خاص کتاب یا متعدد کتب کے روایت کرنے کی اجازت مرحمت فرما دے۔ مثلاً: محدث یوں فرمائے میں نے تجھے صحیح مسلم یا سنن ابی داؤد یا اپنی کتب مدوّنہ کے روایت کرنے کی اجازت دے دی۔

اجازہ کی اقسام اور اس کے جواز اور عدمِ جواز پر علامہ نووی رحمہ اللہ نے بہت عمدہ بحث فرمائی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: تقريب النووي مع شرحه تدريب الراوي (ج:۲، ص:۱۷ تا ۲۵)

ہمارے اسلاف کو اجازۂ حدیث کے حصول کا بہت ذوق وشوق تھا۔ طلب اجازہ کے لیے دور دراز کے لمبے لمبے سفر طے کر کے اپنے دور کے عظیم عالم ومحدث کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے تھے تا کہ ان کی سند عالی ہو جائے۔

جبل استقامت، امام اہل سنت والجماعت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

طَلَبُ الْإِسْنَادِ الْعَالِيِّ سُنَّةٌ عَمَّنْ سَلَفَ، لِأَنَّ أَصْحَابَ عَبْدِ اللّٰهِ كَانُوْا يَرْحَلُوْنَ مِنَ الْكُوْفَةِ إِلَى الْمَدِيْنَةِ، فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْ عُمَرَ، وَيَسْمَعُوْنَ مِنْهُ۔ [قواعد التحديث، ص: ۳۴۱]

''عالی سند کا حصول اسلاف کی سنت ہے، کیوں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب کوفہ سے مدینہ منورہ کوچ کرتے تھے۔ وہاں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے تعلیم حاصل کرتے تھے اور ان سے سماع کرتے تھے۔''

حافظ ابن صلاح رقم طراز ہیں:

طَلَبُ الْعُلُوِّ فِي الْإِسْنَادِ سُنَّةٌ، وَلِذٰلِكَ اسْتُحِبَّتِ الرِّحْلَةُ فِيْهِ۔ [مقدمة اتحاف النبيه، ص: ۲۵ از مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ]

''عالی سند طلب کرنا سنت ہے۔ سند عالی کی وجہ سے (محدثین) کے رحلات (سفر کرنا) مستحب ہوئے۔''

علامہ ابن رحمون فرماتے ہیں:

كَانَ مِنْ سُنَّةِ عُلَمَاءِ الْحَدِيْثِ طَلَبُ الْإِجَازَةِ فِي الْقَدِيْمِ وَالْحَدِيْثِ حِرْصًا عَلٰى بَقَاءِ الْإِسْنَادِ وَمُحَافَظَةً عَلَى الشَّرِيْعَةِ۔

[مقدمه اتحاف النبيه، ص: ۲۲۳]

''سند کے بقا پر حرص کرتے ہوئے اور شریعت اسلامیہ کی حفاظت کرتے ہوئے زمانہ قدیم وجدید میں اجازہ حدیث کا

حصول علمائے حدیث کا وطیرہ وطریقہ رہا ہے۔''

ان مذکورہ اقوال سے معلوم ہوا ہمارے اسلاف عالی سند کے حصول کے لیے لمبے لمبے سفر کرتے تھے اور اپنے وقت کے جید علماء ومحدثین سے اجازۃ الروایۃ طلب کرتے تھے تاکہ سلسلۂ سند برقرار رہے جو کہ اس امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کا باعث ہے۔

اخذ اجازہ کی روش قدیم ہے۔ ہمارے اسلاف اپنے بچوں کو بھی مجالس حدیث میں لے جایا کرتے تھے تاکہ ان کے نام بھی سلسلۂ سند میں درج ہوسکیں۔ محدثین کرام بعض بچوں کو بطور تبرک اجازہ حدیث مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: ریاض المرتاض (ص: ۵۵، ۵۶) از علامہ سید صدیق حسن خاں قنوجی

اس قحط الرجال اور نفسانفسی کے دور میں اجازۂ حدیث کی اہمیت کم نہیں ہوئی۔ اگرچہ وہ ذوق وشوق باقی نہیں رہا جو پہلے تھا۔ لیکن پھر بھی ایسے باذوق لوگ موجود ہیں جو اسلاف کی اس عظیم سنت کو زندہ کیے ہوئے ہیں۔

اہل عرب کے ہاں آج بھی اس کا رواج عام ہے۔ خصوصاً سعودی عرب، یمن اور کویت کے باذوق اہل علم اجازۂ حدیث اخذ کرنے کے بہت شوقین ہیں۔

کویت میں ہر سال مجالس حدیث بپا ہوتی ہیں۔ جس میں مختلف ممالک کے جید علماء وشیوخ الحدیث مدعو ہوتے ہیں۔ ان حفلاتِ حدیث میں شیوخ الحدیث وعلمائے حدیث کے سامنے ہزاروں کی تعداد میں طلبہ حدیث زانوئے تلمذ تہہ کرتے ہیں۔

سعودی عرب میں اگر کسی طالب علم کو معلوم ہوجائے کہ حرمین شریفین میں کوئی مشہور ومعروف عظیم عالم دین تشریف لایا ہوا ہے تو وہ اس کے اردگرد جمع ہوجاتے ہیں اور اس پر قرأتِ حدیث کرکے اجازۂ حدیث وصول کرتے ہیں۔

اسی سال (۲۰۱۰ء) میں ''ثبت الکویت'' کے نام سے ایک کتاب طبع ہوئی ہے جسے سعودی عرب کے ایک عالم دین الشیخ محمد زیاد بن عمر نے مرتب کیا ہے، جو مجالس علمیہ کویت میں منعقد ہوئیں اس کتاب میں ان کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اسی طرح جن اصحابِ علم وفضل اور اصحابِ حدیث نے ان مجالس میں شرکت کی، ان کے احوالِ زیست دلنشیں پیرائے میں رقم کیے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ جن شیوخ نے کویت یا حرمین شریفین میں اجازات عطا کیے، ان کے تذکرے ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں۔ پاکستان کے وہ شیوخ کرام جو بحمداللہ حیات ہیں ان میں استاذِ گرامی مولانا حافظ ثناءاللہ مدنی ﷾ (صاحب جائزۃ الاحوذی) کا مفصل تذکرہ مذکورہ کتاب کے صفحہ ۱۳۹ سے صفحہ ۱۵۲ پر محیط ہے۔

صفحہ ۵۸۴ پر استادِ محترم مولانا ارشاد الحق اثری ﷾ کا مختصر تذکرہ ہے۔ اسی طرح صفحہ ۵۸۳ پر مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی ﷾ کا تذکرہ ہے۔ اس مضمون میں راقم ناچیز مولانا محمد اسحاق بھٹی کا ترجمہ نقل کررہا ہے۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی ﷾ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ موصوف جماعت اہل حدیث کے بہت بڑے مصنف، کہنہ مشق صحافی، عظیم مؤرخ اور بہترین قلم کار ہیں۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی تصنیف وتالیف، صحافت اور ادارتی ذمہ داریوں میں صرف کردی۔ تقریباً پچاس ہزار صفحات اپنی قومی زبان اردو میں سپردِ قلم کرنے کی سعادت حاصل کی۔ بھٹی صاحب کی شہرت کا سبب اصحابِ علم وفضل کے احوالِ زندگی ضبط تحریر میں لانا ہے۔

تذکرہ نگاری اور خاکہ نویسی مولانا موصوف کی تصنیفی کاوشوں کے خاص میدان ہیں۔

کتاب وسنت کے علمی ورثہ کو جن عظیم شخصیات نے اپنا خونِ جگر دے کر لکھا اور محفوظ کیا، بھٹی صاحب ان اکابر اور اعاظم رجال کی تذکرہ نویسی سے ایک بہت بڑا ملّی قرض ادا کرچکے ہیں۔

فقہائے ہند، برصغیر میں اسلام کے اوّلیں نقوش، نقوشِ عظمت رفتہ، بزمِ ارجمنداں، کاروانِ سلف، قافلۂ حدیث، دبستانِ حدیث، گلستانِ حدیث، محفل دانشمنداں، ہفت اقلیم، ارمغانِ حنیف، قصوری خاندان، برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن، تذکرہ

قاضی محمد سلیمان منصور پوری ؒ، تذکرہ صوفی محمد عبداللہ ؒ، میاں عبدالعزیز مالواڈہ اور میاں فضل حق اور ان کی خدمات وغیرہ تصانیف آپ کی عظیم خدمات میں شمار ہیں۔

پیرانہ سالی کے باوجودان کا اشہب قلم الحمدللہ رواں دواں ہے۔اللہ تعالیٰ ان کے قلم کو یونہی رواں دواں رکھے تاکہ وہ مزید نگارشات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے رہیں، آمین۔

مولانا موصوف مہمان نواز، ہنس مکھ، سادہ مزاج، بذلہ سنج اور منجان مرنج شخصیت کے مالک ہیں۔ مجھے دو مرتبہ ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے۔پہلی ملاقات ۲۰۰۹-۱۰-۲۲ کو نصیب ہوئی۔موصوف تپاک سے ملے۔مہمان نوازی فرمائی۔اس ملاقات میں راقم نے مولانا بھٹی صاحب کو اپنی کتاب ''مولانا عبدالتواب ملتانی'' کا مسودہ دکھایا۔ بہت خوش ہوئے اور مقدمہ لکھنے کا وعدہ فرمایا۔ چند دنوں میں جاندار مقدمہ سپردِ قرطاس کر کے ارسال کر دیا۔ یہ ان کی ذرہ نوازی اور ہمت افزائی تھی جو نا قابل فراموش ہے۔

دوسری ملاقات ۲۰۰۹-۰۶-۰۹ بروز منگل ہوئی۔مولانا موصوف بہت خوش ہوئے۔اس ملاقات میں راقم السطور نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے کبھی اجازۂ حدیث عطا کی ہے؟

آپ نے فرمایا: ہم اجازۂ حدیث دینے کے کہاں اہل ہیں؟

یہ تو شیوخ الحدیث کا کام ہے۔

ہاں جب میں فریضۂ حج کے لیے بیت اللہ گیا تو وہاں مجھے لوگوں نے گھیر لیا اور انہوں نے مجھ سے اجازۂ حدیث کا مطالبہ کیا۔ میں نے ان سے کافی کہا کہ میں نے کبھی کسی کو اجازۃ الروایۃ نہیں دی۔لیکن ان کے مسلسل اصرار پر مجھے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ انہوں نے مجھ پر صحیح بخاری کے اجزاء قرأت کیے۔ بعد ازاں میں نے ان کو اجازۂ حدیث مرحمت کی۔

بعض حضرات کو یہ بات انوکھی محسوس ہوئی ہوگی کہ مولانا بھٹی صاحب اور اجازۂ حدیث! لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ موصوف نہ صرف صحافی اور مؤرخ ہیں بلکہ جید عالم دین بھی ہیں اور وقت کے عظیم شیوخ علامہ حافظ محمد محدث گوندلوی، علامہ محمد اسماعیل محدث سلفی اور علامہ محمد عطاء اللہ حنیف محدث بھوجیانی ؒ کے تلمیذ رشید ہیں۔اور ان شیوخ کی وجہ سے بھی عرب کے طلباء نے آپ سے اجازۂ حدیث طلب کی۔

اب آیئے ''ثبت الکویت'' کی طرف جس میں مولانا محمد اسحاق بھٹی کا تذکرہ ہے۔شیخ محمد زیاد بن عمر نقل کرتے ہیں:

قُرِئَ عَلَى الشَّيْخِ مُؤَرِّخِ أَهْلِ الْحَدِيْثِ فِي الْقَارَةِ الْهِنْدِيَّةِ الْبَاكِسْتَانِيَّةِ مُحَمَّد إِسْحَاقَ بَهتِّي، اَوَّلُ صَحِيْحِ الْبُخَارِيّ إِلٰى نِهَايَةِ كِتَابِ الْعِلْمِ مِنْهُ وَكَذَا ثُلَاثِيَاتِهِ فِيْ غُرَّةِ رَجَبَ سَنَةَ ١٤٢٩ وَ اَجَازَ بِبَقِيَّتِهٖ۔ وَقَدْ أَخَذَ صَحِيْحَ الْبُخَارِيّ كَامِلًا عَنِ الشَّيْخِ الْعَلَّامَةِ مُحَمَّدِ الْغُوْنْدَلَوِيّ، كَمَا اَخَذَ الْكُتُبَ السِّتَّةَ كَامِلَةً عَنِ الشَّيْخِ الْعَلَّامَةِ مُحَمَّدِ عَطَاءِ اللّٰهِ حَنِيْفِ الْفُوْجِيَانِيّ حَيْثُ لَازَمَهٗ سِتَّ سَنَوَاتٍ وَالْغُوْنْدَلَوِيُّ يَرْوِيْ عَنْ عَبْدِ الْغُفُوْرِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْغَزْنَوِيّ وَهُوَ اَخَذَ عَنْ نَذِيْرِ حُسَيْنٍ ۔

[ثبت الكويت، ص: ٥٨٣، ٥٨٤]

''برصغیر پاک و ہند کے مؤرخ اہل حدیث شیخ محمد اسحاق بھٹی پر صحیح بخاری شروع سے کتاب العلم کے آخر تک اور اسی طرح ثلاثیات بخاری رجب ۱۴۲۹ھ کو قرأت کی گئی۔انہوں نے بقیہ کتاب آگے روایت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ انہوں نے مکمل صحیح بخاری الشیخ علامہ حافظ محمد گوندلوی ؒ سے پڑھی۔اسی طرح انہوں نے مکمل کتب ستہ الشیخ علامہ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی ؒ سے پڑھیں۔وہ چھ سال تک (مولانا محمد عطاء اللہ) کے ساتھ رہے۔ حافظ گوندلوی ؒ اپنے استاد مولانا عبدالغفور بن محمد بن عبداللہ غزنوی سے روایت کرتے ہیں۔انہوں نے اپنے استاد مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی ؒ

سے کسب علم کیا۔''

یہ عبارت متن میں درج ہے۔ حاشیہ میں فضیلۃ الشیخ صلاح الدین مقبول حفظہ اللہ کے ہاتھ سے لکھا ہوا مختصر ترجمہ نقل کیا ہے۔ وہ پیش خدمت ہے:

''شیخ محترم (بھٹی صاحب) ۱۵ مارچ ۱۹۲۵ء کو کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ مشرقی پنجاب، ہند) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے جد امجد میاں محمد سے حاصل کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے شیوخ کی صحبت نصیب فرمائی جو اپنے وقت کے مشاہیر علماء میں شمار ہوتے تھے اور جو اپنے علم وفضل، زہد وتقویٰ اور بالخصوص اعتصام کتاب وسنت کی دعوت میں مشہور زمانہ تھے۔ ان میں سے چند مشاہیر کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ علامہ شیخ حافظ محمد گوندلوی (۱۳۱۵/ ۱۴۰۵ھ) انہوں نے تقریباً ستر سال تک صحیح بخاری کا درس دیا، نیز جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ طیبہ میں ان کی تدریسی خدمات بھی حاصل کی گئیں۔ آپ کے قدیم تلامذہ میں سب سے زیادہ مشہور تلمیذ علامہ محدث عبید اللہ رحمانی (۱۴۱۴ھ) ''صاحب مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح'' ہیں۔

۲۔ علامہ محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ (۱۳۱۴/ ۱۳۸۷ھ) سابق امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان۔ انہوں نے پچاس سال درس وتدریس کی اور لوگوں کو بے حد فائدہ پہنچایا۔ انہوں نے نہایت عمدہ کتب تصنیف کیں۔ موصوف سلفی رحمہ اللہ دفاع سنت نبویہ کے سلسلے کے متعدد رسائل وکتب کے مصنف ہیں۔ ان میں سے اکثر عربی زبان میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔

۹۔ علامہ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ (۱۴۰۸ھ) آپ نے سنن نسائی کی شرح بنام ''التعلیقات السّلفیہ علی سنن النسائی'' تالیف فرمائی۔ علاوہ ازیں ہفت روزہ ''الاعتصام'' اور ''دارالدعوۃ السّلفیہ'' لاہور کے بانی ہیں۔

اس ادارے اور رسالے نے علمی حلقوں میں سلفی ثقافت ودعوت پھیلانے میں بڑا مؤثر کردار ادا کیا ہے۔

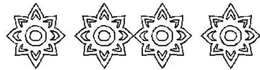
مولانا محمد اسحاق بھٹی نے پہلے شیخ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ سے مکمل صحیح بخاری، مسلم اور موطا امام مالک پڑھیں۔ دوسرے شیخ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ سے مکمل سنن ابی داؤد کا درس لیا۔ تیسرے شیخ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ سے کتب ستہ، موطا امام مالک، مشکوٰۃ المصابیح اور بلوغ المرام پڑھیں۔

اسی طرح انہوں نے ان تمام شیوخ سے اصولِ حدیث، صرف ونحو، فقہ واصول فقہ اور لغت وادب کے علوم وفنون سیکھے۔

["ثبت الکویت"، ص: ۵۸۳]

یہ تھا مختصر ترجمہ جو مولانا محمد اسحاق بھٹی کے بارے ایک عرب مؤلف الشیخ محمد زیاد بن عمر حفظہ اللہ نے ثبت الکویت میں نقل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مولانا بھٹی صاحب حفظہ اللہ بھی مجیز الروایہ ہیں۔

اللہ ربّ العالمین سے دست بدعا ہوں کہ وہ محترم المقام گرامی القدر مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی زندگی میں برکت عطا فرمائے تاکہ وہ مزید گلستانِ علم وادب کی آبیاری کرتے رہیں، آمین یا ربّ العالمین۔



حاجی شفاء اللہ وسیم صاحب کو صدمہ

حاجی شفاء اللہ وسیم (بی۔ ایم۔ اے فارما اوکاڑا) کے بہنوئی حکیم محمد اسلم صاحب تقریباً ۵۵ برس کی عمر میں ۲۲، ۲۳/ اگست ۲۰۱۰ء کی درمیانی شب جدہ سعودی عرب میں انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حکیم محمد اسلم جماعت کے نہایت سرگرم رکن اور مخلص، مہمان نواز تھے۔ حجاج کرام اور علمائے کرام کی خدمت کر کے دلی مسرت حاصل کرتے تھے۔ عوام الناس کو قرآن وحدیث کی دعوت اور مسلک اہل حدیث کی اشاعت کے لیے زندگی بھر فعال رہے۔ ان کے پس ماندگان میں دو بیٹیاں، تین بیٹے اور ایک بیوہ شامل ہے۔ قارئین کرام دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی بشری لغزشوں سے درگزر فرما کر انہیں جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے، (آمین)۔

[حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی، کوٹ رادھا کشن قصور]

تعلیم وتربیت

ناظرہ قرآنِ کریم کے بچوں کے لیے عربی میڈیم کلاس کا تعلیمی تجربہ

محمد بشیر (پرنسپل معهد اللغة العربية) اسلام آباد

لسانیات کے ماہرین کے مطابق کسی زبان میں اچھی اہلیت اور صلاحیت کے لیے چار مہارتوں کا حصول ضروری ہوتا ہے:

①......مهارة القراء ة (پڑھنے کا ملکہ)

②......مهارة الاستماع (سننے کا سلیقہ)

③......مهارة الحديث (بول چال کا سلیقہ)

④......مهارة الكتابة (لکھنے کا ملکہ)

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں ہمارے یہ مسلمان بچے تعلیم وتربیت کے مذکورہ بالا چار عربی کورسوں (۱۔ ماں کی گود کا تعلیمی کورس، ۲۔قاعدہ یسرنا القرآن کورس، ۳۔ ناظرہ قرآنِ کریم کورس، ۴۔ حفظ قرآنِ کریم کورس) کو پڑھ کر ان میں سے کئی امور میں بہت اچھا سلیقہ اور پختہ صلاحیت حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کی عربی زبان کے فہم اور صحت کے ساتھ نطق وقراءت، الفاظ کے ہجوں (Spelling) کی پختہ پہچان اور تحریر کی طبعی صلاحیتیں اس حد سے بہت زیادہ ہوتی ہیں، جس کا تقاضا فنِ تعلیم یا ماہرینِ تعلیم کرتے ہیں (یہ شریعت اسلامیہ کے اس عظیم فیض وبرکت کا ایک مظہر ہے جس سے مسلمان بچے نسل در نسل مستفید ہوتے رہتے ہیں۔)

البتہ جن مہارتوں یا فنون میں وہ کمزور رہتے ہیں، یا وہ انہیں بالکل نہیں جانتے تو اس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ ہمارے ماحول یا مساجد اور مدارس میں انہیں ان مہارتوں کی تعلیم وتربیت نہیں دی جاتی۔ اس لیے وہ ان سے ناواقف رہتے ہیں۔ اگر انہیں ان باتوں کی بھی تربیت دی جائے اور مناسب مشق کرائی جائے تو وہ ان شعبوں یا مہارتوں میں بڑے شوق اور محنت سے حصہ لیں گے اور اپنی اہلیت کو ثابت کریں گے، ان شاءاللہ۔

مشہور ماہر لسانیات محترم محمد افضل انور لکھتے ہیں:

''سننا سننے سے آتا ہے، بولنا بولنے سے آتا ہے، پڑھنا پڑھنے سے آتا ہے اور لکھنا لکھنے سے آتا ہے۔''

اپنی اس رائے اور تحقیق کے عملی نتائج کو دیکھنے کے لیے میں نے اپنے ادارہ میں نورانی قاعدہ اور ناظرہ قرآن کلاس میں زیر تعلیم بچوں کو عربی زبان کی بالکل ابتدائی تعلیم وتربیت دینے کا عملی تجربہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ آج کل جب میں یہ مضمون لکھ رہا ہوں میری تجربہ گاہ (معهد اللغة العربية) میں اس مضمون کی تدریس جاری ہے۔ ناظرہ قرآن کلاس کے کمسن بچے خوشی خوشی عربی بولنے اور لکھنے لگے۔

(معهد اللغة العربية) میں ایک کامیابی تعلیمی تجربہ

کورس کی تیاری:

چوں کہ یہ کورس ایسے کمسن بچوں کو پڑھایا جا رہا ہے جن کی عمریں چار، پانچ اور سات سال سے زیادہ نہیں ہیں اس لیے اس کورس کو بہت آسان، مختصر اور پرکشش بنانے کی سعی کی گئی ہے، اور تیاری میں ان باتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔

①...... یہ کمسن بچے اور بچیاں روزانہ معمول کے مطابق اپنے اپنے اسباق پڑھیں گے، اور آخر میں صرف پانچ یا دس منٹ عربی زبان پڑھنے سننے اور بولنے کی مشق کریں گے۔

②......سبق شروع ہونے سے پہلے اس کے جس لفظ یا جملے کو اس روز پڑھایا جائے گا اسے کاغذ یا کارڈ کے فل سائز صفحے پر بڑے بڑے حرفوں میں دو یا تین رنگوں میں رنگین پرنٹر سے نکال کر بچوں کی جماعت کے

کمرے میں ان کے سامنے آویزاں کر دیا جاتا ہے۔

③...... اسباق میں صرف ایسے چھوٹے چھوٹے الفاظ یا جملے استعمال کیے گئے ہیں جن کا بچوں کے اپنے ماحول یا اسلامی عقیدے سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔

④......شروع شروع میں روزانہ صرف ایک لفظ یا ایک جملے کی تعلیم و تربیت دی گئی۔ (اگلے مرحلے میں حسب حال دو یا زیادہ جملے بھی سکھائے جاسکتے ہیں۔)

⑤......الفاظ اور جملوں پر حرکات اور اعراب نہیں لکھا گیا، بلکہ بچے اپنے معلم/ معلّمہ سے سن اور سیکھ کر خود ہی درست اعراب لگاتے رہتے ہیں۔ کیوں کہ اعراب سکھانے کا فطری اور صحیح طریقہ یہی ہے۔

⑥......الفاظ اور جملوں کا اردو ترجمہ کرنے سے اجتناب کیا جاتا ہے، بلکہ تفہیم کے دوسرے عملی طریقے (اشارہ، تصویر وغیرہ) استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس طرح بچوں کی توجہ صرف عربی الفاظ کے فہم اور استعمال پر مرکوز رہتی ہے۔

پہلے نو اسباق کی تدریس کی مثالیں:

محترم قارئین خصوصاً عربی زبان کے معلّمین/ معلّمات کی معلومات کے لیے یہاں ہم اس کورس کے پہلے نو اسباق کا خلاصہ اور طریقہ تدریس ذکر کرتے ہیں۔ نیز ہر سبق کے بعد اس کی تمرین کا تذکرہ بھی کر دیا گیا ہے تا کہ اس کی تدریس اور تربیت کا پورا نقشہ ان کے مدنظر رہے۔

الدرس الأول: السلام علیکم! وعلیکم السلام!
(صرف ایک جملہ)

①...... ہر بچہ جماعت میں داخل ہوتے ہوئے خالص عربی لہجے میں السلام علیکم کہے گا۔

②...... جب کہ اس کا معلم/ معلّمہ اور جماعت کے دوسرے بچے خالص عربی لہجے میں اسے جواب دیں گے۔ وعلیکم السلام

③......اب معلم/ معلّمہ چند بچوں کو باری باری کمرے سے باہر بھیج کر اندر آتے ہوئے اسی طرح عربی لہجے میں السلام علیکم! وعلیکم السلام! کہنے کی مشق کرائے گا۔

تمرین(۱):

اکتب/ اکتبی خمس مرات:

السلام علیکم! وعلیکم السلام!

الدرس الثانی۔ أ أدخل؟ نعم، ادخل۔ نعم، ادخلی۔

ا۔ ہر بچہ اپنی جماعت کے دروازے پر آ کر اپنے معلم/ معلّمہ سے اندر آنے کی اجازت لیتے ہوئے خالص عربی لہجے میں کہے گا: أ أدخل؟

۲۔ اور معلم/ معلّمہ اسے اندر آنے کی اجازت دیتے ہوئے خالص عربی لہجے میں کہیں گے۔ (بچے کو) نعم، ادخل۔ (بچی کو) نعم، ادخلی۔

۳۔ اب معلم/ معلّمہ یہی مشق چند بچوں/ بچیوں کو باری باری جماعت سے باہر بھیج کر واپس آتے ہوئے کرائیں گے۔

تمرین(۲):

اکتب/ اکتبی ثلاث مرات:

محمود: أ أدخل؟ نعم، ادخل۔

نبیل: أ أدخل؟ نعم، ادخل۔

تمرین(۳):

اکتب/ اکتبی ثلاث مرات:

سلمی: أ أدخل؟ نعم، ادخلی۔

خدیجة: أ أدخل؟ نعم، ادخلی۔

الدرس الثالث: أنا ...... ۔ (صرف ایک جملہ)

ا۔ پہلے معلم/ معلّمہ خود اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے أنا، أنا خالد۔ یا أنا صفیة (مثلاً)

۲۔ سب بچے دو دو کا گروپ بنائیں، اور باری باری ایک دوسرے کو بتائیں۔ ایک کہے أنا......۔ دوسرا بولے أنا......۔

۳۔ اب پوری جماعت کے سامنے ایک بچہ کہے أنا ...... باقی سب اس کا جملہ سنیں۔ اس طرح سب بچے باری باری مشق کریں۔

تمرین(۴):

اکتب/ اکتبی ثلاث مرات:

أنا خالد۔ أنا أحمد۔ أنا فريد۔ أنا نبيلة۔ أنا سعدية ۔

الدرس الرابع: أنت......۔ أنت......۔ (صرف ایک جملہ)

ا۔معلم ایک طالب علم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہے أنت، أنت محمود (مثلاً)، أنت......۔ (جب کہ معلّمہ ایک طالبہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہے أنت، أنت فاطمة (مثلاً)، أنت......۔)

۲۔ پھر تمام بچے تین تین کا گروپ بنائیں اور ایک دوسرے کو بتائیں۔ پہلا بولے أنا......۔ و أنت......۔ پھر دوسرا بولے أنا ......۔ و أنت ......۔ پھر تیسرا بولے أنا......۔ و انت ......۔

تمرین(۵):

اکتب/ اکتبی خمس مرات:

أنت خالد۔ أنت احمد۔ أنت فريد۔ أنت محمودة۔ أنت وردة۔

الدرس الخامس: من أنت؟ (صرف ایک جملہ)

ا۔ پہلے معلم ایک طالب علم کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھے من؟ من أنت؟ وہ جواب دے أنا......۔

۲۔اب ہر بچہ اپنے ساتھ کھڑے بچے کو پوچھے من أنت؟ وہ جواب دے۔أنا......۔(اس طرح معلّمہ بھی ایک طالبہ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھے من؟ من أنت؟ وہ جواب دے أنا......۔ اب ہر طالبہ اپنے ساتھ کھڑی طالبہ سے پوچھے من أنت؟ وہ جواب دے أنا......۔

۳۔اس طرح سب بچے اپنے ساتھ کھڑے ساتھی سے پوچھیں من أنت؟ وہ جواب دے أنا ......۔

تمرین(۶):

اکتب/ اکتبی ثلاث مرات:

من أنت؟ أنا عبد الرحمن۔ من أنت؟ أنا مسعود۔

تمرین(۷):

اکتب/ اکتبی ثلاث مرات:

من أنت؟ أنا عائشة۔ من أنت؟ أنا أمة اللّٰہ۔

الدرس السادس: أنا ......۔ و أنت ......۔

ا۔معلم/ معلّمہ ایک بچے کو اپنے قریب کرتے ہوئے پہلے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہے أنا......۔اور پھر اس بچے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہے و أنت ......۔

۲۔ پھر اسی طرح دوسرے بچے کے ہمراہ یہی مشق کرے۔

۳۔ پھر جماعت کے تمام بچے/ بچیاں دو دو کے گروپ بنا کر ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہی جملہ دہرائیں أنا ......۔ و أنت......۔

تمرین(۸):

اکتب/ اکتبی ثلاث مرات:

أنا لقمان، و أنت عبيد الرحمن، أنا فريد، و أنت محمود

تمرین(۹):

اکتب/ اکتبی خمس مرات:

أنا مريم، و أنت فاطمة۔ أنا سعدية و أنت فاطمة۔

الدرس السابع: أ أنت......؟ نعم، أنا ......۔

ا۔معلم ایک بچے کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھے أ أنت......؟ (أ أنت خالد؟) مثلاً

۲۔ بچہ جواب دے گا نعم، أنا......۔ (أنا خالد) مثلاً

اس طرح معلّمہ بچی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھے أ أنت......؟ (أ أنت خالدة؟) مثلاً۔ بچی جواب دے گی نعم، أنا خالدة۔

۳۔اسی طرح معلم/ معلّمہ اپنی جماعت کے بچوں سے باری باری اس سوال و جواب کی مشق کرائیں گے۔

تمرین(۱۰):

اکتب/ اکتبی ثلاث مرات:

أ أنت خالد؟ نعم أنا خالد۔ أ أنت فريد؟ نعم، أنا فريد۔

تمرین(۱۱):

اکتب/ اکتبی ثلاث مرات:

أ أنت ليلى؟ نعم، أنا ليلى۔ أ أنت سلمى؟ نعم، أنا سلمى

الدرس الثامن: أ أنت......؟ لا، أنا ......۔

ا۔معلم/ معلّمہ بچے کو مخاطب کرتے ہوئے اس کا غلط نام بولے أ

أنــت......؟ (أ أنــت عمر؟) بچہ اپنا صحیح نام بتاتے ہوئے بولے۔(لا، أنا خالد)

۲۔معلّم/ معلّمہ بچی کو مخاطب کرتے ہوئے اس کا غلط نام بولے أ أنــت......؟ (أ أنــت فاطمة؟) وہ اپنا صحیح نام بتاتے ہوئے بولے (لا، أنا صفية)

۳۔اسی طریقے پر معلم/ معلّمہ جماعت کے تمام بچوں سے اس سوال وجواب کی مشق کرائے اور تربیت دے۔

تمرین(۱۲):

اکتب/ اکتبی خمس مرات:

أ أنت محمود؟ لا، أنا فريد۔ أ أنت بشير؟ لا، أنا نذير۔

تمرین(۱۳):

اکتب/ اکتبی خمس مرات:

أ أنت فاطمة؟ لا، أنا عائشة۔ أ أنت حفصة؟ لا، أنا فاطمة۔

الدرس التاسع: اسمی..........

۱۔ پہلے معلم/ معلّمہ جماعت کے سامنے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنا نام پکارے گا۔اسمی محمود

۲۔ پھر اسی طرح باری باری ہر بچہ اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے گا۔اسمی......۔

تمرین(۱۴):

اکتب/ اکتبی ثلاث مرات:

اسمی نسیم۔ اسمی سلیم۔ اسمی عبد الرحمٰن۔

تمرین(۱۵):

اکتب/ اکتبی ثلاث مرات:

اسمی سلمی۔ اسمی زینب۔ اسمی رحیمة۔

فوائد ونتائج:

۱۔ بچے اس قلیل وقت (روزانہ صرف ۱۰ یا ۱۵ منٹ) کی مشق کے بعد نہایت آسانی سے اور خوشی خوشی عربی زبان پڑھنے، بولنے اور لکھنے لگے۔

۲۔انہوں نے مشقوں کو خوب صورت خط اور کئی رنگوں میں لکھا۔

۳۔ان کی کاپیوں میں بہت کم غلطیاں پائی گئیں اور وہ بھی معمولی نوعیت کی تھیں۔

۴۔ان اسباق اور مشقوں کے دوران بچے عربی لغت، علم صرف اور علم نحو کے مسائل کو عملی طور پر سیکھ رہے ہیں اور ان کے صحیح استعمال کی تعلیم وتربیت پا رہے ہیں۔

۵۔ بچے اسباق کو اپنی درسگاہ میں پڑھنے کے علاوہ گھروں کو واپس جاتے ہوئے گلیوں، سڑکوں اور گھروں میں بھی بلند آواز سے پڑھنے اور دہرانے لگے ہیں۔اور کئی والدین نے ہمیں فون کر کے خوشی سے بتایا کہ اب ان کے ننھے بچے گھر میں بھی عربی بولنے لگے ہیں۔

۶۔ جو معلم/ معلّمہ ان اسباق کی تدریس کریں گے خود انہیں عربی زبان لکھنے اور بولنے کی اچھی مہارت حاصل ہو جائے گی، ان شاءاللہ

۷۔شائقین اس عربی میڈیم کلاس کو کسی جگہ اور کسی جماعت (ناظرہ قرآن کلاس، دینی درس گاہ، شعبہ تحفیظ القرآن، شعبہ تجوید وقراءت، سکول، گھر، شہر یا گاؤں میں یا کسی عمر کے بچوں، بڑوں اور بوڑھوں کے لیے) منظم کر سکتے ہیں۔

پہلی عربی میڈیم کلاس کی کتاب کی طباعت:

پہلی عربی میڈیم کلاس کی کتاب اس طرح کے آسان، دلچسپ اور پرکشش اسباق کے رنگین کارڈز پر مشتمل ہوگی، جسے ننھے بچے دو یا تین ماہ میں ختم کر لیں گے اور وہ ابتدائی عربی زبان پڑھنے، بولنے اور لکھنے کی بنیادی مہارت حاصل کر لیں گے۔اس کی تیاری اور طباعت کا کام جاری ہے۔یہ ان شاءاللہ آئندہ چند ماہ میں طبع ہو جائے گی۔

خلاصہ:

مسلمان بچوں کی ابتدائی تعلیم وتربیت میں جن پہلوؤں یا مہارتوں کا فقدان رہ گیا تھا، اس کورس کے اجراء کے بعد ان کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔ اور اب وہ بفضل اللہ وتوفیقہ قرآنِ کریم کی عربی زبان کو پڑھنے، بولنے، لکھنے اور سننے کی اچھی استعداد حاصل کر چکے ہیں۔

بیٹی......اللہ کی رحمت

قاری لیاقت علی باجوہ، سیالکوٹ

۷ جولائی ۲۰۱۰ء کے اخبارات میں یہ خبر آئی کہ سرگودھا کے علاقہ ظہور حیات کالونی کی رہائشی صائمہ پروین کو اس کے خاوند نے بیٹی کو جنم دینے پر مٹی کا تیل چھڑک کر زندہ جلا دیا۔ اور اسی طرح ۱۸ جولائی ۲۰۱۰ء کے اخبارات میں یہ خبر آئی کہ لاہور کے گاؤں بابلیاں کی رہائشی ارشاد اختر کو اس کے خاوند نے بیٹی کو جنم دینے پر کرنٹ لگا کر ہلاک کر دیا۔ اس طرح کے یہ صرف دو واقعات نہیں بلکہ کئی واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔

اگر کسی کے گھر بیٹی پیدا ہو جائے تو سارے گھر میں عزت ختم ہو جاتی ہے اکثر لڑائی جھگڑے رہتے ہیں، بیٹیوں کی پیدائش پر طلاق دے دی جاتی ہے۔ اگر ہسپتال میں بیٹی پیدا ہوگئی ہے تو عورت کو لاوارث چھوڑ کر گھر آ جاتے ہیں۔ گھر میں ساس، نند، دیور اور خاوند تک طعنے دیتے رہتے ہیں۔ بلکہ ایک دفعہ اخبار میں آیا تھا ایک عورت کے گھر چوتھی دفعہ لڑکی پیدا ہوئی تو خاوند نے عورت کو آگ لگا دی اور بھنگڑا ڈال کر کہہ رہا تھا کہ میں نے آج بچیاں پیدا کرنے والی مشین کو آگ لگا دی ہے۔ آج کل تو جدید مشینوں کے ذریعہ پتہ چل جاتا ہے کہ بچہ ہوگا یا بچی اگر بچی ہوتی ہے تو اسقاط حمل کرا لیتے ہیں۔

بیٹی کی پیدائش پر افسردہ ہونا کافروں کی صفات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴾

’’اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے، تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ اسے دی گئی بشارت کی وجہ سے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے۔ آیا ذلت کے باوجود اس کو رکھ لے یا اسے مٹی میں گاڑ دے۔ آگاہ رہو، کہ ان کا فیصلہ بہت برا ہے۔‘‘ [النحل: ۵۸۔۵۹]

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ﴾ [الزخرف: ۱۷]

’’اور جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوش خبری دی جائے، جس کی اس نے رحمان کے لیے مثال بیان کی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔‘‘

امام احمد رحمہ اللہ کا بیٹیوں کی ولادت پر ردِّ عمل:

امام احمد رحمہ اللہ کے صاحبزادے صالح بیان کرتے ہیں، کہ جب ان کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوتی، تو فرماتے: انبیاء علیہم السلام بیٹیوں کے باپ تھے۔ نیز فرماتے:

بے شک بیٹیوں کے متعلق جو کچھ (قرآن وسنت میں) آیا ہے، وہ تجھے معلوم ہی ہے۔ [التفسیر القیم، ص: ۳۲]

یعقوب بن بختان نے بیان کیا: میرے ہاں سات بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ جب بھی میرے گھر بیٹی پیدا ہوتی، تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ میرے پاس تشریف لاتے اور مجھ سے فرماتے: (اے ابو یوسف! انبیاء علیہم السلام بیٹیوں کے باپ تھے) ان کا یہ فرمانا میرے غم کو ختم کر دیتا۔

[تحفہ المودود فی احکام المولود، ص: ۳۲]

بیٹی اور بیٹے دونوں کی ولادت پر مبارکباد دینا:

امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آدمی کے لیے جائز نہیں، کہ بیٹے کی (پیدائش پر) مبارک باد دے اور بیٹی کی (پیدائش پر) مبارک باد نہ دے، بلکہ وہ یا تو دونوں کے (پیدائش پر) مبارک باد دے یا دونوں پر نہ دے تاکہ

وہ طریقہ جاہلیت سے بچ جائے، کیونکہ ان کی اکثریت بیٹے کی (پیدائش پر) مبارک باد دیتی تھی اور بیٹی کی ولادت کی بجائے اس کی وفات پر مبارک باد دیتی تھی۔[تحفه المودود فی احکام المولود، ص: ۳٤]

بیٹیوں کو ناپسند کرنے کی ممانعت:

امام احمد رحمہ اللہ اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاتكرهوا البنات فإنهن المونسات الغاليات .

[مجمع الزوائد، كتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الاولاد: ۸/۱۵٦]

''بیٹیوں کو ناپسند نہ کرو، کیونکہ یقیناً وہ تو پیار کرنے والی اور قیمتی چیز ہیں۔''

نیک بیٹیوں کا ثواب اور امید میں بیٹوں سے بہتر ہونا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا﴾ [الکهف: ٤٦]

''مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقیات صالحات آپ کے رب کے ہاں ثواب میں اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔

اس فرمان مبارک میں اللہ نے باقیات صالحات کو ثواب اور امید کے اعتبار سے مال اور بیٹوں سے بہتر قرار دیا ہے۔ باقیات صالحات سے مراد امام عبید بن عمیر رحمہ اللہ کے قول کے مطابق نیک بیٹیاں ہیں۔ علامہ قرطبی نقل کرتے ہیں، کہ انہوں نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: نیک بیٹیاں اللہ کے ہاں اپنے احسان کرنے والے والدین کے لیے ثواب اور اچھی امید کے اعتبار سے بہتر ہیں۔

[تفسير القرطبی: ۱۰/٤۱۵-٤۱٦]

بچی کی پیدائش اور معاشرے میں پھیلے ہوئے جاہلانہ تصورات:

بیٹا اگر اللہ کی نعمت ہے تو بیٹی اس کی رحمت ہے۔ نہ بیٹے کی پیدائش پر مارے خوشی کے آپے سے باہر ہونا چاہیے اور نہ بیٹی کی پیدائش پر افسردگی اور مایوسی میں ڈوبنا چاہیے۔ ہمارے معاشرے میں بچیوں کی پیدائش کے سلسلہ میں بعض جاہلانہ تصورات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً شادی کے بعد اگر پہلے نمبر پر بیٹی ہو تو اسے نحوست کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ حالاں کہ خاتم النبیین ﷺ کے ہاں پہلے نمبر پر بیٹی ہی پیدا ہوئی تھی۔ اگر یہ نحوست کی علامت ہوتی تو کم از کم انبیاء کے سردار ﷺ کے ہاں یہ معاملہ پیش نہ آتا۔ گویا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بچی کی پیدائش علامتِ نحوست نہیں۔

لڑکا پیدا نہ ہو تو خرابی مرد میں ہے عورت میں نہیں:

اسی طرح ہمارے ہاں ایک جاہلانہ تصور یہ ہے کہ جس عورت کے ہاں صرف بچیاں پیدا ہوں اسے قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ خاوند سے لے کر سسرال کے ایک چھوٹے فرد تک سبھی ظالمانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ حالانکہ بچیاں پیدا ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ عورت کا کوئی قصور ہے بلکہ یہ اللہ کی طرف سے طے کی ہوئی قسمت کا فیصلہ ہے۔ جسے کوئی انسان اپنی مرضی سے بدل نہیں سکتا۔ علاوہ ازیں جدید سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے اگر کسی عورت کے ہاں صرف بیٹیاں ہی پیدا ہوں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ عورت کا نظام ولادت ٹھیک ہے مگر مرد میں کمزوری ہے عورت کے زنانہ جراثیم (انڈے) تو اپنا کام کر رہے ہیں مگر مرد کے مردانہ جراثیم (سپرمز) میں کوئی خرابی یا کمزوری ہے۔

دراصل مرد کے مادہ تولید میں ایکس وائے (x,y) دو قسم کے جرثومے ہوتے ہیں جبکہ عورت کے مادہ تولید میں صرف ایکس ایکس (x,x) جراثیم ہوتے ہیں۔ اگر عورت کا ایکس (x) مرد کے ایکس (x) سے ملاپ کرے تو لڑکی کا جنین بنتا ہے بصورت دیگر اگر مرد کا وائے (y) عورت کے ایکس (x) سے ملاپ کرے تو لڑکے کا جنین بنتا ہے اور اگر مرد کے مادہ تولید میں صرف ایکس (x) جراثیم ہوں اور وائے (y) موجود نہ ہوں یا کمزور ہوں یا مرد کے وائے (y) جرثومے عورت کے ایکس (x) جرثوموں سے ملاپ نہ کر سکیں تو ایسا مرد عورت سے ملاپ کے باوجود لڑکا پیدا نہ کر سکے گا۔

معلوم ہوا کہ لڑکا پیدا نہ ہونے میں عورت بیچاری کا کوئی قصور نہیں

بلکہ خرابی مرد میں ہے کہ اس کے جراثیم مردہ یا کمزور ہیں جو لڑکے کی پیدائش کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یا تو یہ کسی بیماری کی وجہ سے ہوتا ہے یا پھر فطری طور پر اللہ کے حکم سے۔ جب تک یہ خرابی دور نہ ہو تب تک ایسا مرد جتنی چاہے شادیاں کرلے اس کے ہاں لڑکا پیدا نہ ہوگا۔

بیٹیوں کی فضیلت:

بیٹیوں کی اچھی پرورش پر جنت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب ہوگا:

سیدنا انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَا وَهُوَوَضَمَّ اَصَابِعَهُ. [مسلم : ٢٦٣١]

''جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی حتی کہ وہ بالغ ہوگئیں تو وہ اور میں روز قیامت (اس طرح) آئیں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملالیا۔''

جامع ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ دَخَلْتُ اَنَا وَهُوَ الْجَنَّةَ كَهَاتَيْنِ وَاَشَارَ بِاِصْبَعَيْهِ. [ترمذی: ١٩١٤، كتاب البر والصلة، باب ما جاء النفقة على البنات والاخوات]

''جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی میں اور وہ ان دونوں (انگلیوں) کی طرح جنت میں داخل ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیوں کے ساتھ اشارہ کیا۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ عَالَا اِبْنَتَيْنِ اَوْثَلاثاً حَتَّى بَينَّ اَوْيَمُوْتَ عَنْهُنَّ كُنْتُ اَنَاوَهُوَفِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ، وَاَشَارَ بَاِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةَ وَالَّتِي تَلِيْهَا.

[صحيح ابن حبان : ٤٤٨]

''جس نے دو یا تین بیٹیوں کی یا دو اور تین بہنوں کی پرورش کی حتی کہ وہ (وفات یا شادی وغیرہ کی ذریعے اس سے) جدا ہوگئی یا وہ انہیں چھوڑ کر فوت ہوگیا تو وہ اور میں جنت میں ان دونوں (انگلیوں) کی طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور اس کے قریب والی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔''

بیٹیوں کی اچھی پرورش پر جہنم سے چھٹکارہ نصیب ہوگا:

حضرت عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں: ایک عورت اپنی دو بچیوں کو لیے ہوئے سوال کرتی ہوئی آئی۔ میرے پاس ایک کھجور کے سوا اس وقت کچھ نہ تھا، میں نے وہی دے دی۔ وہ ایک کھجور اس نے اپنی دو بچیوں میں تقسیم کر دی اور خود نہیں کھائی پھر وہ اٹھی اور چلی گئی اس کے بعد نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ سے اس کا حال بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ان بچیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو معمولی سی تکلیف میں ڈالا تو بچیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کے لیے آڑ بن جائیں گی۔[بخاری : ١٤١٨۔ مسلم : ٢٦٢٩]

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

مَنِ ابْتُلِى بِشَيْءٍ مِنَ الْبَنَاتِ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ. [الترمذی: ١٩١٣]

''جو شخص بیٹیوں کی وجہ سے کسی چیز کے ساتھ آزمایا گیا اور پھر اس نے ان پر صبر کیا تو وہ اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ بن جائیں گی۔''

بیٹیوں کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ سے ڈرنے والا جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَانَ لَهُ ثَلاثُ بَنَاتٍ أَوْ اَخَوَاتٍ أَوابنتَان أَو أُخْتَان فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللّٰهَ فِيهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةَ. [الترمذی: ١٩١٦]

''جس کی تین بہنیں یا تین بیٹیاں ہوں یا دو بہنیں یا دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے حقوق ادا کرنے میں اللہ سے ڈرتا رہے تو اس کے لیے جنت ہے۔''

سنن ابی داؤد میں یہ روایت ہے:

مَن عَالَ ثَلاثَ بَنَاتٍ فَاَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وَاَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ فَلَهُ الجَنَّةُ.

''جس نے تین بیٹیوں کی پرورش کی، انہیں ادب سکھایا، ان کی شادیاں کیں ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کے لیے جنت ہے۔''[ابی داود: ۵۱۴۸۔صحیح الترغیب]

دو بیٹیوں کی اچھی پرورش جنت میں داخلہ کا سبب ہوگی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِن رَجُلٍ تُدرِكُ لهُ ابنَتَان فَيُحْسِنُ إِلَيْهِمَا مَاصَحِبَتَاهُ أَوْ صَحِبَهُمَا اِلَّا أَدْخَلَتَاهُ الْجَنَّةَ .

[صحيح ابن ماجه: ۳٦٨٠۔ ابن حبان: ۲۹۳٤۔ مستدرك حاكم: ۱۷۸/٤]

''جس آدمی کی دو بیٹیاں ہوں اور جب تک وہ اس کے ساتھ رہیں یا جب تک وہ ان کے ساتھ رہے ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا رہے تو وہ دونوں اسے جنت میں داخل کرادیں گی۔''

حضرت عوف بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِن مُسْلِمٌ يَكُونْ لَهٗ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَيُنْفِقُ عَلَيْهِنَّ حَتّى يَبِنِ اَويَمُتْنَ اِلَّا كُنَّ لَهٗ حِجَاباً مِّنَ النَّارِ ، فَقَالت لَهٗ اِمْراة: اَوْ بِنْتَان؟ قال: وَبِنْتَان .

''جس کسی مسلمان کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر خرچ کرتا رہے حتی کہ وہ (شادی وغیرہ کی وجہ سے) جدا ہو جائیں یا فوت ہو جائیں تو وہ اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گی۔ ایک عورت نے عرض کیا، کیا دو بیٹیوں کی وجہ سے بھی یہی فضیلت حاصل ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دو بیٹیوں کے اوپر بھی یہی فضیلت حاصل ہوگی۔''[صحيح الترغيب: ۱۹۸۲]

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كُنَّ لَهٗ ثَلَاثُ بَنَاتٍ يُؤوِيهِنَّ وَيَرْحَمُهُنَّ وَيَكْفُلُهُنَّ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ اَلْبَتَّةَ ، قَالَ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللهِ فَاِن كَانَتَ اثْنَتَينِ قَالَ وَاِنْ كَانَت اثْنَتَيْنِ قَالَ فَرَأَى بَعْضُ القَوْمِ أَنْ لَو قَالوا لَهٗ وَاحِدَةٌ لَقَالَ وَاحِدَةٌ . [صحيح الترغيب و الترهيب: ۱۹۷٥۔ مسند احمد: ۳۰۳/۳]

''جس کی تین بیٹیاں ہوں، وہ انہیں اپنے پاس رکھے، ان کے ساتھ رحمت و شفقت سے پیش آئے اور ان کی کفالت کرتا رہے تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ جابر فرماتے ہیں، دریافت کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ اگر دو بیٹیاں ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر دو بھی ہوں۔ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے بعض نے دیکھا کہ اگر وہ آپ ﷺ سے ایک بیٹی پر بھی اس فضیلت کا کہتے تو آپ ﷺ ایک کے لیے بھی کہہ دیتے۔''

دو بیٹیوں یا بہنوں پر بھی حسب کفایت خرچ جہنم سے بچاؤ کا سبب ہوگا۔

مطلب بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں امّ المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: اے بیٹے! کیا میں تمہیں وہ بات بیان نہ کروں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، میں نے کہا ضرور اے میری ماں! تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے:

مَن اَنْفَقَ عَلَى ابنَتَيْنِ أَوْ أُخْتَيْنِ أَوذَوَاتَى قَرَابَةٍ يَحْتَسِبُ النَّفَقَةَ عَلَيْهِمَا حَتَى يُغْنِيَهُمَا اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ عزَّوَجَلَّ اَوْ يكفِيَهُمَا كَانَتَالَهٗ سِتراً مِنَ النَّارِ . [صحيح الترغيب والترهيب: ۱۹۷٤۔ مسند احمد: ۲۹۳٦]

''جس نے دو بیٹیوں یا دو بہنوں یا دو رشتہ دار عورتوں پر خرچ کیا اور ان دونوں پر خرچ سے اجر وثواب کی نیت رکھی حتی کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اپنے فضل سے غنی کر دے یا کافی ہو جائے، تو وہ دونوں اس کے لیے دوزخ سے آڑ بن جائیں گی۔''

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم اپنی بچیوں کی اچھی پرورش کریں۔ بیٹی کی پیدائش پر خوش ہوں نہ کہ اپنی بیوی کو جلا ڈالیں۔

نقطۂ نظر

ووٹ اور بیعت میں فرق

عطامحمد جنجوعہ

بے عمل مسلمانوں کے عقائد کی درستگی اور تزکیہ کرنا صدقہ جاریہ ہے لیکن غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا فرض کفایہ ہے۔ محترم ڈاکٹر ذاکر نائیک اُن معروف مفکرین میں سے ہیں جو غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں۔ دوسری طرف ہندو و یہود اور نصاریٰ کی طرف سے اعتراضات کا عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں ردّ کر کے اسلام کی حقانیت و آفاقیت کو اجاگر کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے کثرتِ ازدواج، پولی اینڈری اور حجاب کے مسئلہ پر احسن انداز سے اسلام کا مؤقف پیش کیا تاہم عورتوں کی آئینی و سیاسی آزادی سے متعلق مغربی طرزِ سیاست کی بھرپور انداز میں حمایت کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اظہارِ خیال کرتے ہیں:

''سورۃ الممتحنۃ کی آیت ۱۲ میں عورتوں کی بیعت کا ذکر ہوا ہے اور بیعت میں الیکشن سے زیادہ وسعت اور جامعیت ہوتی ہے کیوں کہ نبی پاک اللہ کے پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ سربراہِ ریاست بھی تھے۔ بیعت کر کے دراصل عورتوں نے پیغمبر اسلام کو حکومتی سربراہ ہونے کا ووٹ دیا ہے۔ عورتیں قانون سازی کے عمل میں شریک ہوسکتی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حق مہر کے مسئلہ پر بحث و تمحیص میں مصروف تھے۔ اُن کی رائے تھی کہ حق مہر کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر کردی جائے کیوں کہ بعض مردوں کو حق مہر کی بھاری رقم کے باعث شادی میں دشواری آرہی تھی اس محفل کی پچھلی صفوں میں بیٹھی ایک عورت نے اس رائے پر بلا دھڑک اعتراض کرڈالا اور قرآنِ مجید کی سورۃ النساء کی آیت کا حوالہ دیا:

﴿ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ [النساء: ۲۰]

''اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا چاہو اور ان میں سے کسی کو تم نے خزانہ کا خزانہ دے رکھا ہو تو بھی تم اس میں سے کچھ بھی نہ لو کیا تم اسے ناحق اور کھلا گناہ ہوتے ہوئے بھی لے لو گے۔''

یعنی جب مہر میں پورے کا پورا خزانہ دیا جا سکتا ہے اور قرآن اس کی کوئی حد مقرر نہیں کرتا تو عمر کون ہوتا ہے ایسی پابندی لگانے والا۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر پکار اٹھے عمر غلطی پر تھا خاتون کی رائے درست ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ اعتراض کرنے والی کوئی عام ہی عورت تھی اگر کوئی معروف عورت ہوتی تو روایت میں اس کے نام کا ذکر بھی ہوتا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک معمولی حیثیت کی عورت بھی خلیفہ وقت اور سربراہ ریاست پر اعتراض کرسکتی ہے۔ آج کی معروف تکنیکی اصطلاح میں یہ اعتراض آئین کی خلاف ورزی پر تھا کیوں کہ قرآن ہی مسلمانوں کا آئین ہے۔ یہ واقعہ اس بات کی پختہ شہادت ہے کہ عورت آئین سازی میں شریک ہوسکتی ہے۔ [خطبات ڈاکٹر ذاکر نائیک، مترجم محمد انور، ص: ۵۱۴، ۵۱۵]

محترم ڈاکٹر صاحب نے سورۃ الممتحنۃ کی آیت ۲۰ میں بیعت کے واقعہ سے استدلال کیا ہے کہ اسلام میں عورت ووٹ دینے کی حق دار ہے۔ عرض ہے کہ ووٹ رائے اور مشورہ کے اظہار کو کہتے ہیں جو مقابلہ میں چند امیدواروں میں سے کسی ایک کے حق میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جب کہ بیعت اطاعت و فرماں برداری کا نام ہے۔ انبیائے کرام کو اللہ سبحانہ مبعوث کرتا ہے وہ مردوں یا عورتوں کے ووٹوں کا محتاج نہیں البتہ مسلم مردوں اور عورتوں پر فرض ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی اطاعت کریں، جس کا اظہار بیعت ہے۔

اس آیت کی تفسیر کیا ہے؟

یہ بیعت اس وقت لیتے جب عورتیں ہجرت کر کے آتیں۔ علاوہ ازیں فتح مکہ والے دن بھی آپ ﷺ قریش کی عورت سے بیعت لی۔ بیعت لیتے وقت آپ ﷺ صرف زبان سے عہد لیتے۔ کسی عورت کے ہاتھ کو آپ ﷺ نہیں چھوتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اللہ کی قسم بیعت میں نبی ﷺ کے ہاتھ نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔ بیعت کرتے وقت آپ ﷺ صرف یہ فرماتے کہ میں نے ان باتوں پر تجھ سے بیعت لی ہے کہ وہ نوحہ نہیں کریں گی، گریباں چاک نہیں کریں گی، سر کے بال نہیں نوچیں گی، اور جاہلیت کی طرح بین نہیں کریں گی، اس بیعت میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا ذکر نہیں اس لیے کہ یہ ارکان دین کے اعتبار سے محتاج وضاحت نہیں۔

[احسن البیان از حافظ صلاح الدین یوسف]

مذکورہ آیت سے عورتوں کی بیعت سے اطاعت فرماں برداری کا اظہار واضح ہوتا ہے لیکن ووٹ دینے کا جواز قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔

چند اہل حل وعقد اصحاب جو نبی کریم ﷺ کی رفاقت اور اسلامی خدمات کی وجہ سے معروف تھے۔ انہوں نے خلفائے راشدین کا تعین کیا۔ اس کے بعد عام مسلمان مردوں نے مسجد نبوی میں نامزد خلیفہ کی اطاعت وفرماں برداری کے اظہار کے لیے بیعت عام کی۔ آپ اسے ووٹنگ کا نام نہیں دے سکتے کیوں کہ بیعت عام میں مقابلہ میں کوئی امیدوار تھا ہی نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وحضرت علی رضی اللہ عنہ کے تقرر کے بارے تین دن تک غور وخوض ہوتا رہا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے فیصلہ ہو گیا تو بعد ازاں مسجد نبوی میں اُن کے حق میں بیعت عام ہوئی۔ جس میں اہل مدینہ میں موجود مردوں نے حصہ لیا۔ لیکن عورتیں بیعت کے لیے یا اُن کے بقول ووٹ دینے کے لیے مسجد میں نہیں آتیں۔ چناں چہ ووٹ اور بیعت میں مشابہت نہیں ان کے درمیان واضح فرق موجود ہے۔

محاسبہ یا آئینی سازی:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں کے لیے حق مہر کی مقدار مقرر کی لیکن قریشی عورت کی قرآنی دلیل سن کر اپنا حکم واپس لے لیا۔ اس واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ عورتیں آئین سازی میں حصہ لے سکتی ہیں، مناسب نہیں۔ قرآن خالق کائنات کا کلام ہے۔ آئین انسانوں کا خود ساختہ دستور ہے۔

آئین چند انتظامی نوعیت کے معاملات تک محدود ہوتا ہے۔ اس کے برعکس قرآن حکیم دستور حیات ہے جس میں سیاسی، سماجی، قانونی، معاشی، معاشرتی، عدالتی، اخلاقی اور عمرانی مسائل سے متعلق آفاقی ضابطے موجود ہوتے ہیں۔

آئین میں مذکور لائحہ عمل کے متبادل قرآن وسنت میں راہ نما اصول موجود ہیں۔ قرآن حکیم کے احکام میں ردّ وبدل کرنے کا اختیار کسی نبی کو نہیں اسی طرح خاتم النبیین ﷺ کے فرمان میں ترمیم کرنے کا اختیار کسی امتی کو حاصل نہیں خواہ وہ دینی ودنیوی حیثیت کے لحاظ سے بلند پایہ کا حامل ہو اس کے برعکس منتخب پارلیمنٹ کثرت رائے سے آئین میں تغیر وتبدل کر سکتے ہیں۔ چوں کہ اسلامی حکومت میں قرآن وسنت کو سپریم لا کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے کسی شہری کو ترمیم کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔ اس لیے قرآن کو مغربی سیاست کی اصطلاح آئین سے تشبیہ دینا مناسب نہیں۔ مذکورہ واقعہ سے سبق آموز حکمتیں حاصل ہوتی ہیں۔

حضرت نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب معاشی استطاعت کے مطابق چار سو درہم تک حق مہر مقرر کرتے رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس دلیل کو بنیاد بنا کر چار سو درہم سے زیادہ حق مہر مقرر کرنے پر پابندی عائد کر دی۔ عورت نے قرآنی آیت کا حوالہ دیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پہلا حکم منسوخ کر دیا۔ چناں چہ فہم اسلام کے لیے قرآن وحدیث لازم وملزوم ہیں۔ ان کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مزید برآں پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے شوریٰ کا ارکان کا کتاب وسنت کا علم ضروری ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا پہلا حکم منسوخ کرنے میں عار محسوس نہیں کی۔ جونہی محکم دلیل سنی وہ بسر وچشم قبول کر لی۔ ہمیں سبق حاصل

ہوتا ہے کہ کتاب وسنت کا علم ہو جانے پر آباؤ اجداد کی روش کو ترک کر دینا چاہیے۔

اسلام سے قبل عورت کو عوامی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے ہی عورت و مرتبہ سے نوازا کہ وہ خلیفہ وقت کا بھی محاسبہ کر سکتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مشورہ کے لیے طلب نہیں کیا بلکہ وہ معمول کے مطابق مسجد نبوی میں نماز کی ادائیگی کے لیے تشریف لاتی تھیں۔ عصر حاضر میں عورتیں شاپنگ کے لیے بازار جا سکتی ہیں، شادی وغمی کے اظہار کے لیے نکل سکتی ہیں، ووٹ دینے کے لیے گھر سے باہر جاتی ہیں، اسمبلی میں مردوں کے اجلاس میں عورتوں کو شرکت کی اجازت دی جا سکتی ہے تو مسجد میں جمعہ کی ادائیگی کے لیے اُن پر پابندی کیوں عائد ہے اس کا خاتمہ ضروری ہے۔

مذکورہ واقعہ سے سیاسی نتیجہ برآمد کیا جا سکتا ہے، کہ اسلامی حکومت کے ہر شہری خواہ مرد ہو یا عورت سربراہِ مملکت اور دیگر حکام کا محاسبہ کرنے کا قانونی اختیار حاصل ہے کہ فلاں قانون قرآن وسنت کے منافی ہے۔ امیر ریاست اس امر کی شرعی وضاحت کرے بصورت دیگر کتاب وسنت کے موقف سے رجوع کرے۔

خلفاء کی تقرری ہو یا پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرنا مقصود ہو، خلافت راشدہ کے دور میں عورتوں کو مسجد نبوی میں بلا کر مردوں کے روبرو مشورہ نہیں لیا گیا۔ البتہ خلفائے راشدین کی تاریخ سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ اہل حل وعقد کتاب وسنت کی روشنی اختیار کرتے تھے۔ اگر کوئی مسئلہ عورتوں سے متعلق ہوتا تو اہل حل وعقد گھر میں موجود محرم عورتوں سے مشورہ حاصل کرتے تھے۔ مثلاً جہاد میں شریک مجاہدین اہل خانہ سے کتنا عرصہ دور رہ سکتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سے مشورہ کیا۔

مغرب کے فکر وفلسفہ کا محور عورت کی آزادی ہے یہی وجہ ہے کہ امریکہ میں آزادی کا سمبل عورت کا مجسمہ ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب سے امید کرتے ہیں کہ جس طرح عبادات اور حلال وحرام کے اسلامی احکام میں اسلام کی وکالت کر رہے ہیں کہ وہ اسی طرح مغربی فکر وفلسفہ کی بھرپور مذمت کریں گے۔

عمران حمید مرزا ابن مرزا عبدالحمید (رحمہ اللہ) انتقال فرما گئے

الاعتصام کا موجودہ شمارہ بالکل تیار تھا، اطلاع ملی کہ دارالدعوۃ السّلفیہ شیش محل روڈ لاہور کے بانی رکن مرزا عبدالحمید رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند جناب عمران حمید مرزا (وینس پریس والے) شدید علالت کے بعد ۲۶ رمضان المبارک بمطابق ۶ ستمبر ۲۰۱۰ء بروز پیر صبح پانچ بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عمران حمید مرزا کی وفات ایک ایسے شخص کی وفات ہے جو تبلیغی ومسلکی سطح پر بڑے متحرک، فعال اور ان تھک تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث پنجاب کے نائب ناظم اعلیٰ تھے۔ دارالدعوۃ السّلفیہ کی مجلس عاملہ کے سرگرم رکن اور مفید مشوروں سے نوازنے والے تھے۔ جماعت اہل حدیث کے ہر قسم کے حالات میں متحرک اور بالغ نظری کے مالک تھے۔ ان کی وفات سے ادارہ دارالدعوۃ السّلفیہ کے کارکنان نہایت افسردہ ہیں۔ ابھی چند دن قبل ادارے کی میٹنگ میں تشریف لائے تھے تو ہشاش بشاش تھے۔ ادارے کی اشاعتی خدمات نہایت خندہ پیشانی سے ادا فرماتے تھے۔ اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ پس ماندگان (فرزندوں، بیٹیوں اور بیوہ) کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین [ادارہ الاعتصام]

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب کو صدمہ

۲۷ اگست کی صبح ہمارے دوست مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی مدیر ماہنامہ ترجمان الحدیث فیصل آباد کا سات بیٹوں کے بعد پیدا ہونے والا بچہ چند گھنٹے زندہ رہ کر وفات پا گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا یزدانی صاحب اور ان کے اہل خانہ کے لیے یہ بہت بڑا صدمہ ہے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو صبر جمیل عطا فرمائے، ان کے فوت شدہ بچے کو آخرت میں ان کے لیے ذریعہ نجات بنائے اور دنیا میں اس کا نعم البدل عطا فرمائے، (آمین)۔ مولانا یزدانی صاحب کا رابطہ نمبر یہ ہے: 0323-7602417 [شریک غم: محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد]

نقطۂ نظر

عذاب کیوں آتے ہیں؟

محمد سلیم چنیوٹی

اِن دنوں سرزمین پاک پر ایک کڑی آزمائش نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں یعنی اس آزمائش میں پورا پاکستان جکڑا ہوا ہے اور قابل رحم حالت میں پوری دنیا میں دیکھا جا رہا ہے۔ سیلاب کے تھپیڑوں اور بے تحاشا موسلا دھار بارشوں، دریاؤں کے بپھرے ہوئے پانیوں اور اس کی زور آور لہروں نے دریاؤں پر بنائے گئے پشتے، پل اور بیراجوں کو ایک ہی وار میں تہس نہس کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نصف پاکستان یعنی پنجاب، خیبر پختون خوا، بلوچستان اور سندھ کا وسیع رہائشی، زرعی، بنجر و میدانی علاقہ سیلاب کی زد میں آ گیا جس سے شہریوں، شہروں، قصبوں، دیہاتوں اور فصلوں کا شدید نقصان ہوا۔ ہزاروں افراد، لاکھوں مویشی، سینکڑوں جھگیاں اور ہزاروں مکانات دیکھتے ہی دیکھتے غرقِ آب ہو گئے۔

انسان بڑا ہی ناشکرا اور تُھڑ دِلا واقع ہوا ہے۔ ذرا سی صحت مندی پکڑ لے یا تھوڑی سی فراوانی آ جائے تو اپنی عقل اور اپنی منصوبہ بندی پر بڑا ناز کرتا ہے۔ عذاب کے لفظ کا معنی ہر سچے مسلمان اور مومن کی سرشت میں داخل ہے اور اس کا ذہن اس لفظ کا پورا ادراک رکھتا ہے۔ موجودہ یہ مصیبت دنیا کے عذاب کی ایک شکل ہے جو ہم سیلاب کی صورت میں دیکھ رہے ہیں۔ ۲۰۰۵ء میں ہم نے ایک بہت بڑا عذاب بصورت زلزلہ دیکھا تھا۔ جس کو ہم نے تقریباً بھلا دیا تھا۔ یہ سارے عذاب کیوں آتے ہیں، ان عذابوں کی وجہ کیا ہے؟ ان سوالوں کا جواب قرآنِ کریم میں موجود ہے۔ سورۂ یٰسین کی آیت نمبر ۳۰، ۳۱ ملاحظہ فرمائیں۔

﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ ﴾ [یٰسین: ۳۰، ۳۱]

”بندوں پر افسوس! کبھی بھی کوئی رسول ان کے پاس نہیں آیا، جس کی ہنسی انہوں نے نہ اڑائی ہو۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان کے پہلے بہت سی بستیاں ہم نے غارت کر دی ہیں، جو اُن کی طرف واپس نہیں لوٹتے۔“

اللہ تعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام انسانوں کی رہنمائی کے لیے دنیا میں بھیجے۔ تاکہ انسان اللہ کے دین کا راستہ اپنا لے لیکن انسان بڑا ہی سرکش واقع ہوا ہے۔ جب یہ دنیائے رنگ و بو میں آتا ہے تو اسے دو صورتوں میں سے گزرنا پڑتا ہے، یا تو اسے اچھے کام کر کے اللہ کریم کی ربوبیت اور الوہیت کا اقرار کر کے کامیابی و کامرانی سے ہم کنار ہوتا ہے یا اللہ کریم اور اس کے فرستادوں یعنی رسولوں کی بتائی گئی تعلیمات سے کفر و انکار کر کے اس کے نتیجے میں اُسے مختلف النوع عذابوں کا مزا چکھنا پڑتا ہے۔

ہم پر عذاب کیوں نہ آئیں؟ کیا یہاں اللہ کے رسولوں کی تعلیمات کی توہین نہیں ہوئی؟ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے خاکے بنائے اور نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو ننگی گالیاں دیں کیا ان گستاخانہ کارٹون بنانے والوں کو اس سرزمین پر عزت و وقار نہیں دیا گیا؟ کیا ان بدبختوں کو یہاں فوجی اڈے نہیں دیے گئے؟ پھر رسول اللہ ﷺ کے گستاخوں سے امدادیں اور رقومات نہیں لی گئیں؟ ساری دنیا غلط ہوسکتی ہے مگر اللہ کا قرآن غلط نہیں ہوسکتا۔ ساری دنیا کسی کے نقصان کو پورا کرنے پر آ جائے تو وہ پورا نہیں کرسکتی جب تک اللہ کے فرستادوں کی گستاخی سے کوئی قوم باز نہ آ جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی اس سے بڑی گستاخی اور کیا ہوسکتی ہے کہ امریکی عوام و خواص کی بنائی ہوئی ”ویب سائٹس“ گستاخانہ خاکے شائع کرتی ہیں اور بار بار یہ ارتکاب کرتی ہیں اور اس کی ہاں میں ہاں ملا کر ہماری حکومتیں بھی دیگر کفار ممالک کی ویب سائٹس میں مددگار بن جاتی ہیں۔ افسوس کہ پاکستان میں بعض بزرگانِ دین کے مزاروں کے لیے اس گستاخِ رسول ملک (امریکہ) سے گرانٹس وصول کی جا رہی ہیں۔ اور بعض علمائے سوء (مشائخ) امریکی ڈکٹیشن وصول کرنے کے لیے وہاں جاتے ہیں اور مسلمانوں میں انتشار و افتراق کا باعث بھی بن رہے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک

ہمارا مقصد مسلمانوں میں انتشار پھیلانا نہیں ہے۔ ہمارا نقطہ نظر یہ ہے کہ مسلمانوں کی مسجدوں میں یا دیگر مقامات میں جب بھی کوئی دھما کہ ہوتا ہے، جب بھی کوئی ڈرون حملہ ہوتا ہے یا جب بھی کوئی ٹارگٹ کلنگ ہوتی ہے تو اس کے پیچھے ''بلیک واٹر'' نامی مشہور زمانہ بدنام تنظیم ہوتی ہے۔ یہ تنظیم بھی اس گستاخِ رسول ملک کی پروردہ تنظیم ہے۔

ساری دنیا جانتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین، آپ کی عظمت ومنزلت کو جھٹلانے کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔ اب اس ملک میں قرآنِ کریم جلانے کی باتیں میڈیا کی آنکھوں سے اوجھل تو نہیں......؟

تفسیر ابن کثیر (مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب آرام باغ، کراچی) میں سورۂ یٰسین کی آیات ۳۰، ۳۱ کی تفسیر کے ضمن میں تحریر ہے کہ

''بندوں پر افسوس وحسرت ہے۔ بندے کل اپنے اوپر کیسے نادم ہوں گے، وہ بار بار کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم نے تو خود اپنا برا کیا۔ قیامت کے دن عذابوں کو دیکھ کر ہاتھ ملیں گے کہ انہوں نے کیوں رسولوں کو جھٹلایا اور کیوں خدا تعالیٰ کی مخالفت کی۔ دنیا میں تو ان کا یہ حال تھا کہ جب کبھی کوئی رسول آیا، انہوں نے بے تامل اُسے جھٹلایا اور دل کھول کر ان کی بے ادبی اور توہین کی۔ وہ اگر یہاں تامل کرتے تو سمجھ لیتے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے پیغمبروں کی نہ مانی تھی وہ غارت وبرباد کر دیے گئے۔ ان کی بھوسی اڑا دی گئی، ایک بھی تو ان میں سے نہ بچ سکا۔ نہ اُس دارِ آخرت سے کوئی واپس پلٹا۔ اس میں اُن لوگوں کا بھی ردّ ہے جو دہریہ تھے۔ جن کا خیال تھا کہ یونہی دنیا میں مرتے جیتے چلے جائیں گے، لوٹ لوٹ کر اس دنیا میں آئیں گے۔

تمام گزرے ہوئے، موجود اور آنے والے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کے لیے حاضر کیے جائیں گے۔ وہاں ہر ہر بھلائی اور برائی کا بدلہ پائیں گے۔''

اہل دل اور اہل نظر کی ہمارے ہاں کمی نہیں۔ موجود سیلابی صورتِ حال اور بار بار سیلاب کا آنا، دریاؤں کا بپھرنا، اخباری اطلاعات کے مطابق دریائے نیلم، ستلج، چناب میں بار بار لہریں اٹھ رہی تھیں اور ایک ایک شہر دو دو دفعہ یا تین تین بار پانی کے ریلوں کی نذر ہوا ہے۔ نبی آخر الزمان ﷺ کی گستاخی کرنے والوں سے امداد مانگ رہے ہیں۔ اور ہم وہیں کے وہیں کھڑے ہیں چہ جائیکہ ان کی امداد ٹھکرا دیں۔

۲۰۰۵ء میں زلزلہ آیا اور اسلام آباد کے ایک ہوٹل کو ایک ہی جھٹکے میں زمین نے اپنے اندر کھینچ لیا اور حکمرانوں کو خبر تک نہ تھی کہ وادی کالام وکاغان کہاں گئی ہیں، اور مظفر آباد و کالا باغ کدھر گئے؟ جناب یہ تو اپنے خوابوں میں ڈالروں کی چمک ودمک سمائے خوابِ خرگوش میں مست تھے اور دوسرے دن انہیں اس عذاب (زلزلے) کی خبر معلوم ہوتی ہے۔ اُس وقت کا غیر مشرف حکمران اب اس سرزمین سے ہی غائب ہے اور بے بس پاکستان کو دور سے دیکھ رہا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اللہ تعالیٰ کی یہ ایک عظیم قدرت ہے کہ وہ بنجر زمینوں کو آباد، خشک کھیتیوں کو سرسبز وشاداب، سوکھی ہوئی دھرتی کو تازگی، روئیدگی اور ایک نئی زندگی عطا کر دیتا ہے۔ قسم قسم کے پھل، سبزیاں اور جڑی بوٹیاں اِن زرعی زمینوں میں اگا دیتا ہے۔

لیکن آج ہم اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو بھول چکے ہیں، غیر اللہ کی محبت، غیر اللہ کا رعب ہمارے دلوں پر مسلط ہے، غیر اللہ کے نام پر ہم مرمٹ رہے ہیں، اُس ربّ کبریا کو ہم نے بھلا دیا جو رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔ جس نے ہمارے لیے روشن چاند اور سورج بنائے۔ یقیناً سمندر، دریا، ندی، نالے سب کے سب ربّ کے حکم سے چلتے ہیں۔ پانی پر اختیار اسی مالک ومختار کا ہے۔ انسان بالکل بے اختیار اور ہر دم اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ انسان جتنا بھی طاقت ور ہو جائے، یہ سب طاقت اللہ ہی کی عطا کردہ ہے۔ نوح علیہ السلام کی قوم پر پانی کا عذاب آیا تو اللہ کریم نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا فرمایا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کو ماننے والے بحکم خدائے تعالیٰ بچا لیے گئے اور ان کے علاوہ پوری قوم تباہ کر دی گئی۔

آیئے من حیث القوم اور من حیث المسلمین ہم اپنے ان مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کے لیے آگے بڑھیں اور انسانیت اور اسلام کے ناتے سے سیلاب زدگان سے تعاون کریں۔

یاد رکھیں! اس مصیبت سے اگر کوئی بچائے گا تو اس ذاتِ گرامی کا نام فقط ''اللہ ربّ العالمین'' ہے......اور بس......!

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دونسخوں کا آنا ضروری ہے

تحفۃ الجمعہ

مؤلف: استاذ العلماء مولانا محمد یوسف حفظہ اللہ

ضخامت: ۲۰۷ صفحات

خصوصیات: خوب صورت ٹائٹل، عمدہ سفید کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ

ناشر: دارالحدیث، الجامعہ الکمالیہ (رجسٹرڈ) راجووال ضلع اوکاڑا

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف صاحب حفظہ اللہ (آف راجووال) ہماری جماعت اہل حدیث کے ایک روحانی بزرگ، اسلاف کی نشانی اور عالم باعمل ہیں۔ مسلک اہل حدیث کی ترویج واشاعت اور طلبائے علوم دینیہ کی تربیت وتعلیم ان کا ہمیشہ اوڑھنا بچھونا رہی ہے۔ آپ ایک جید عالم دین، دلِ دردمند رکھنے والے بزرگ اور اسلاف سے محبت رکھنے والے ہیں۔ ان کی شفقت اور محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس پیرانہ سالی میں انہوں نے ہمارے خطباء اور طلبائے علوم دینیہ کے لیے ایک کتاب ''تحفۃ الجمعہ'' کے نام سے مرتب فرمائی ہے۔

جمعۃ المبارک، مسلمانوں کے لیے بڑا اہم، مبارک اور تمام دنوں کا سردار دن ہے۔ قبولیت دعا کی ایک خاص گھڑی اس دن آتی ہے۔ جمعہ ایک عظیم عبادت ہے۔ خطبہ جمعہ کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف صاحب نے بڑی جدوجہد اور محنت سے اس کتاب کی املا اپنے بیٹوں اور روحانی فرزندوں کو کروائی اور اس کتاب میں فرضیت جمعہ، فضائل جمعہ، خصوصیت جمعہ، خطیب کے لیے ہدایات، خطبہ مسنونہ، فضائل درود شریف، جمعہ سے پہلے کے مسائل وآداب، جمعہ کے بعد کے مسائل وآداب، قبولیت اعمال کی شرائط اور صحت عقیدہ کے متعلق بیان فرمایا ہے۔

اس ضمن میں محترم المقام مولانا حفظہ اللہ نے برصغیر کے نامی گرامی علمائے کرام ومصنفین کے مختصر حالات اور ائمہ حدیث وعلمائے اہل حدیث کے حالات بھی مختصراً اس کتاب کی زینت بنا دیے ہیں۔ یہ معلومات کتاب ایک مفید وعلمی دستاویز ہے۔ کہیں کہیں کمپوزنگ کی پروف ریڈنگ میں کمی نظر آئی ہے جو آئندہ ایڈیشن میں اصلاح طلب ہے۔

اللہ سے دعا ہے حضرت موصوف کی یہ دینی خدمت قبول فرمائے، اور انہیں صحت والی زندگی عطا فرمائے، آمین یا ربّ العالمین۔

کالا پانی

خودنوشت: مولانا محمد جعفر تھانیسری رحمہ اللہ

ضخامت: ۱۴۴ صفحات

قیمت: ۱۵۰/روپے

ناشر: مکتبہ اصحاب الحدیث، اردو بازار لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

مولانا محمد جعفر تھانیسری رحمہ اللہ کی خودنوشت ''تواریخ عجیبہ'' جواب ''کالا پانی'' کے نام سے موسوم ہے۔ سیدین شہیدین (سید احمد رائے بریلی اور سید محمد اسماعیل شہید رحمہما اللہ) کی تحریک احیائے دین اور ردّ بدعات ورسومات کے دور کی ایک دستاویز ہے۔ یہ معرکہ آراء کتاب کئی دفعہ شائع ہوئی اور کئی جگہ اور کئی اداروں نے اس کی اشاعت میں حصہ لیا۔ حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ نے جب قیامِ پاکستان کے بعد لاہور قیام کیا تو کاغذات میں سے اس کتاب پر ایک وقیع مقدمہ از قلم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل السّلفی رحمہ اللہ کا بھی ملا۔ جو شامل

اشاعت ہے۔اس مقدمے پرتعلیقات مولانا عطاء اللہ حنیف ؒ کے قلم سے تحریر ہیں۔

مولانا محمد جعفر تھانیسری ؒ ایک مجاہد آدمی تھے۔اپنی زندگی میں طویل قید بھی بھگتی اور انگریزی استبداد کا مقابلہ بھی کیا۔آج سے ڈیڑھ سو برس قبل کے واقعات اس کتاب میں پڑھ کر جہاں ایمان تازہ ہوتا ہے وہاں انگریزی استبداد کا ظلم وتشدد پڑھ کر رونگٹے بھی کھڑے ہوجاتے ہیں۔

ان کے عظیم ساتھیوں (مولانا یحییٰ علی، مولانا عبدالرحیم، حسینی تھانیسری، حسینی عظیم آبادی، عبدالغفار اور الٰہی بخش ؒ) کی قربانیاں، انگریز دور میں کیے گئے ان پر مظالم مولانا جعفر تھانیسری کی قلم سے تحریر ہیں۔اسی طرح اس وقت کے وہابی حضرات نے انگریز کی آمریت کو جس جواں مردی سے للکارا اس کا دل نشین تذکرہ شامل کتاب ہے۔ انگریزی استعمارہ کی گئی سزائیں اور ایذائیں آج بھی نئے رنگ اور ڈھنگ سے مسلمانوں کو دی جارہی ہیں۔یہ کتاب اسی دردمندی کو لیے ہوئے ہے۔کمپیوٹر پرکمپوزنگ،مجلد اور سفید کاغذ ہے۔

تحریک ختم نبوت (جلدنمبر ۱۱)

تالیف: ڈاکٹر محمد بہاؤالدین (برطانیا)

ضخامت: ۵۴۴صفحات

خصوصیات: مجلد،طباعت وکاغذ اچھے،کمپیوٹر کمپوزنگ

ناشر: مکتبہ قدوسیہ،غزنی سٹریٹ اردو بازار،لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

''تحریک ختم نبوت'' اور ''تاریخ اہل حدیث'' کے مؤلف محترم ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین ﷾ اہل علم ودانش کے ہاں اب کسی تعارف کے محتاج نہیں۔انہوں نے بٹالہ (ہندوستان) کے ایک قصبے ''قادیان'' کے ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے مختلف ادوار اور مختلف مواقع پر کیے گئے دعاوی (مثیل مسیح، مسیح موعود، مامور من اللہ، دعویٰ نبوت وغیرہم) کے ردّ کے سلسلے میں جس مواد کو اکٹھا کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔اس کام کا پھیلاؤ گیارہ ضخیم جلدوں تک پہنچ چکا ہے۔ان کے کارہائے نمایاں سے معلوم یہ ہورہا ہے کہ یہ سلسلہ مزید آگے بڑھے گا۔ڈاکٹر صاحب موصوف نے مسلک ومشرب کی تفریق کے بغیر اس سلسلے کو جس ہمت، پامردی، صلاحیت، محنت، لگن اور جدوجہد سے مرتب کیا ہے اس سے ثابت یہ ہوا ہے کہ تحفظ ختم نبوت اور ردّ مرزائیت میں علمائے اہل حدیث کی خدمات کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔

تحریک ختم نبوت کے اس مواد کے لیے ڈاکٹر صاحب موصوف کو جہاں کہیں سے بھی کچھ دستیاب ہوسکا۔انہوں حاصل کرنے کی جستجو فرمائی۔لندن جیسے شہر میں بیٹھ کر انگریز کے خود کاشتہ پودے کے سلسلے (کذبِ مرزا) کے ردّ کا کام کوئی آسان نہ تھا۔ڈاکٹر صاحب نے خود مطالعہ کیا۔اپنے دوستوں اور صاحب زادوں، بھائیوں اور اپنے والد گرامی اسلاف کی نشانی حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب گورداس پوری ﷾ کو بھی اس کام میں شامل کیا اور ان سب حضرات نے ڈاکٹر صاحب کی معاونت کی اور علمی وتحقیقی مواد اکٹھا کرکے ان تک پہنچایا اور اب تک یہ خدمت کررہے ہیں۔جزاکم اللہ تعالیٰ

زیر تبصرہ جلد میں مرزا قادیانی کے قریبی ساتھی منشی الٰہی بخش کا دل نشین تذکرہ بھی شامل ہے۔منشی الٰہی بخش مرحوم سید عبداللہ غزنوی ؒ کے تلمیذ تھے۔سید صاحب کی وفات کے بعد مرزا کے قریب رہے۔ تا آں کہ مرزائے قادیان نے جب مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تو منشی صاحب نے مرزا کے خلاف ایک کتاب عصائے موسیٰ لکھی اور مرزا قادیانی کا ساتھ چھوڑ دیا۔ان کی کتاب عصائے موسیٰ کی تلخیص شامل کتاب ہے۔اس کتاب کے چار ابواب ہیں۔پہلے باب میں مرزائے قادیان کے الہامی کذبات کا تذکرہ ہے۔ان الہامات کا ردّ فراست مومنانہ سے علمائے اہل حدیث نے کیا۔اس ردّ میں مرزا قادیانی کی زباں دانی پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔

تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں اب تک گیارہ حصوں کا کام زیور طباعت سے آراستہ ہوچکا ہے۔فتنہ قادیانیت کو سمجھنے اور پرکھنے کے لیے ڈاکٹر بہاؤالدین صاحب کی یہ مساعی بڑی قابل تعریف ہیں۔شاید کوئی

قادیانی اپنے بانی سلسلہ مرزائیہ کی چالاکیاں اور تیز طراریاں جان کر صدقِ دل سے باز آجائے اور مرزائیت سے توبہ کرائے۔ اسلام کے دامن رحمت میں آجائے۔

ڈاکٹر بہاؤالدین کی یہ گراں قدر تالیف ایک تاریخی حیثیت کی حامل ہے۔ ہر لائبریری کی یہ زینت ہونی چاہیے۔ تاریخ سے وابستہ ہر طالب علم کی بھی ضرورت ہے۔

علوم الحدیث (مجموعہ مقالات)

مرتب: مولانا رفیق احمد رئیس سلفی
ضخامت: ۵۲۸ صفحات۔ (کمپیوٹر کمپوزنگ، مجلد وسفید کاغذ)
ناشر و ملنے کا پتا: دارالکتب السّلفیہ، اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

حدیث وسنت کا مقام اور اس کی تشریعی حیثیت کی وضاحت کے سلسلے میں ۱۷، ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو علی گڑھ سول لائنز (بھارت) میں ایک عظیم الشان سیمینار کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس سیمینار میں ہندوستان بھر کے سلفی علمائے کرام وطلبائے حدیث نبوی نے اپنے تحقیقی، علمی ومدلل مقالات پیش فرمائے۔ ''علوم الحدیث، مطالعہ وتعارف'' کے عنوان سے ان مقالات کا یہ مجموعہ ہندوستان کی علمی شخصیت مولانا رفیق احمد رئیس سلفی نے مرتب فرمایا ہے جسے ایک بڑا اہم کارنامہ اور بہترین دینی کوشش کہا جاسکتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''علوم الحدیث ایک مطالعہ وتعارف'' وہ کتاب ہے جس میں خالصتاً علمی وتحقیقی مضامین کا گلدستہ پیش کیا گیا ہے۔ ۲۶ علمائے کرام کے وقیع مقالے اور پانچ جید علمائے کرام کے تبصرے شامل ہیں۔ شرکائے سیمینار کے تعارف اور اس سیمینار کے اجلاسوں کی کارروائی بھی دلچسپی اور مفید معلومات لیے ہوئے ہے۔ تفہیم حدیث وسنت کے لیے یہ ایک عمدہ کتاب ہے۔

اس کتاب کے مقالہ نگاروں کے نام اور عنوانات کا مختصراً تذکرہ درج ذیل ہے:

① ...... حدیث کی تشریعی اہمیت (از مولانا عبدالمنان سلفی)
② ...... تدوین حدیث: تاریخ، مراحل اور امتیازات (از مولانا احمد مجتبیٰ سلفی)
③ ...... طبقات رجال: حدیث کے استناد میں اوران کی اہمیت (از: مولانا ارشد فہیم الدین)
④ ...... روایت ودرایت: ایک جائزہ (از شیخ صلاح الدین مقبول احمد حفظہ اللہ)
⑤ ...... حدیث مرسل، ایک تحقیقی جائزہ (از مولانا کفایت اللہ مدنی)
⑥ ...... خبر واحد: مفہوم اور شرعی حیثیت (از قلم مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم مدنی)

یہ ایک آئینہ مضامین ہے۔ اسی طرح دیگر وقیع مضامین حدیث وسنت کی وضاحت اور تشریح کے متعلق جمع ہیں۔ زبان اردو عام فہم اور آسان تشریح کی گئی ہے۔ یہ کتاب ہر لائبریری اور علومِ حدیث کے شائقین کے لیے ایک مفید کتاب اور ہر لائبریری کی ضرورت ہے۔

خطباتِ مدراس

تالیف: علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ
ضخامت: ۱۶۰ صفحات
ناشر: طارق اکیڈمی، سلیمی چوک، بالمقابل الفتح گراؤنڈ فیصل آباد
تبصرہ نگار: عبدالرشید عراقی

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی علوم اسلامیہ کا ایک بحر زخار تھے۔ تصانیف چھوڑیں، تو اس قدر عمیق کہ علوم اسلامی اور تاریخ وادب کے غواص ان میں غوطہ زنی کر کے حقائق ومعارف کے لؤلؤ ومرجان مدتوں نکالتے اور علمی بازار کی رونق بڑھاتے رہیں گے۔

سید صاحب اپنے علمی تبحر، اور فضل وکمال کے ساتھ متنوع الصفات اور جامع الکمالات شخصیت کے حامل تھے۔ وہ بیک وقت مفسر بھی تھے، اور محدث بھی۔ فقیہ بھی تھے اور مجتہد بھی۔ معلم بھی تھے اور متکلم بھی۔

مؤرخ بھی تھے اور محقق بھی۔ خطیب بھی تھے اور مقرر بھی۔ نقاد بھی تھے اور مبصر بھی۔ دانشور بھی تھے اور شاعر بھی۔ مصنف بھی تھے اور صحافی بھی۔ نعت نویس بھی تھے اور صوفی بھی۔ اور سب سے بڑھ کر آپ ایک عظیم سیرت نگار بھی تھے۔ غرض ان کی قلم کی جولانیوں سے کوئی میدان بھی محروم نہیں رہا۔ ادب وتنقید کا میدان ہو یا تاریخ وسیر کا، سیاسی موضوعات ہوں یا دقیق علمی بحثیں، ہر موضوع پر ہر وقت ان کا اشہب قلم یکساں جولانی دکھاتا تھا۔

سید صاحب ایک بہت بڑے مصنف تھے۔ ان کی تمام تصانیف ان کے تبحر علمی، ذوق مطالعہ اور وسعت معلومات کا آئینہ دار ہیں۔ ان کی تمام تصانیف حشو وزوائد سے پاک اور معلومات کا خزانہ ہیں۔

خطبات مدراس سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر دیئے گئے آٹھ (۸) خطبات کا مجموعہ ہے جو سید صاحب نے اکتوبر ۱۹۲۵ء تا نومبر ۱۹۲۵ء مدراس کی ''اسلامی تعلیمی انجمن'' کی فرمائش پر ارشاد فرمائے۔ یہ کتاب اپنی معلومات کی وسعت، مباحث کی ندرت اور افادہ کے لحاظ سے سیرت کی ضخیم کتابوں پر بھاری ہے۔ یہ کتاب سید صاحب کے علم وفضل کی آئینہ دار ہے۔

ان خطبات میں آنحضرت ﷺ کی کاملیت، آپ کی تاریخی حیثیت، آپ کی جامعیت، عملیت اور آپ ﷺ کے پیغام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

پہلے خطبہ میں یہ دکھایا گیا ہے کہ انسانیت کی تکمیل صرف انبیائے کرام کی سیرتوں سے ہو سکتی ہے۔

دوسرے خطبہ میں آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کے دائمی اور عالمگیر نمونہ عمل ہونے پر بحث کی گئی ہے۔

تیسرے خطبہ میں سیرت نبوی کے تاریخی پہلو پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ چوتھے اور پانچویں خطبہ میں آپ ﷺ کی جامعیت وکاملیت پر بحث کی گئی ہے۔ یہ دونوں چیزیں درحقیقت ایک ہی چیز کے دو رخ ہیں۔ چھٹے خطبہ میں سیرت نبوی کے عملی پہلو کو دکھایا گیا ہے یعنی آپ ﷺ نے جو اخلاقی تعلیمات دیں آپ ﷺ خود اس کا عملی نمونہ تھے۔

ساتویں خطبہ میں دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں پیغام محمدی کی جامعیت، عالمگیریت اور اس کی پیدا کردہ اصلاحات اور دوسری انقلاب انگیز تصور حیات پر بحث کی گئی ہے۔

آٹھویں خطبہ میں پیغام محمدی کی بنیادی تعلیمات کو دکھایا گیا ہے اور یہ دکھلایا ہے کہ اسلام سے پہلے کسی مذہب میں خالص توحید نہیں تھی۔

بقول مولانا شاہ معین الدین ندوی رحمہ اللہ یہ خطبات سیرت نبوی کا جوہر اور عطر ہیں اور یہ خطبات درحقیقت اسلام اور پیغمبر اسلام کی صدقت وعظمت اور دوسرے مذاہب پر اس کی برتری کا ثبوت ہیں۔

طارق اکیڈمی فیصل آباد نے یہ کتاب شائع کرکے ایک بہت بڑی عظیم علمی خدمت انجام دی ہے۔ اس کے تیسرے خطبہ میں آنحضرت ؐ کے چار خطوط مبارکہ کے فوٹو مع ترجمہ شائع کرکے بہت بڑا علمی کارنامہ انجام دیا ہے۔

خطبات مدراس پاکستان میں کئی ناشروں نے شائع کی ہے۔ مگر یہ ایڈیشن ہر لحاظ سے اعلیٰ وارفع ہے۔ یہ کتاب فیصل آباد، لاہور اور اسلام آباد کے بک سٹالوں سے دستیاب ہے۔ قیمت درج نہیں۔

انسانیت موت کے دروازے پر

تالیف: مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ

ضخامت: ۱۷۶ صفحات

ناشر: طارق اکیڈمی، سلیمی چوک، بالمقابل الفتح گراؤنڈ فیصل آباد

تبصرہ نگار: عبدالرشید عراقی

مولانا ابوالکلام آزاد ایسی جلیل القدر اور عہد آفریں شخصیتیں مدتوں بعد پیدا ہوتی ہیں، جو افکار وتصورات کی دنیا اور قوموں وملتوں کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیتی ہیں۔ مولانا اپنے کمالات کے اعتبار سے تنہا ایک عالم تھے۔ وہ علم وفن کے امام ومجتہد تھے۔ وہ ایک نامور خطیب ومقرر تھے۔ بقول حسرت موہانی ؎

سب ہو گئے خاموش ایک حسرت
گویا ہیں ...... ابوالکلام آزادؒ

مولانا میں فطری عظمت تھی۔ وہ فلسفیانہ فکر اور مجتہدانہ دماغ اور جوش عمل رکھتے تھے۔ وہ حق وصداقت کی آواز اور عزم واستقلال کے پہاڑ تھے۔ وہ جنگ آزادی کے میر کارواں تھے۔ وہ ایک بہت بڑے سیاست دان تھے۔ ان کی سیاست سے اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن ان کے علم وفضل، ذوقِ مطالعہ اور وسعت معلومات میں برصغیر میں ان کا کوئی ہمسر نظر نہیں آتا۔ مولانا ظفر علی خاں فرماتے ہیں:

جہاں اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہوگئی
ہے تجھ کو اس میں جستجو تو پوچھو ابوالکلام سے

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ ایک بہت بڑے خطیب ومقرر ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے مصنف بھی تھے۔ ان کا شمار صاحب تصانیف کثیرہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے تقریباً موضوعات (تفسیر قرآن، تاریخ وسیر، ادب وفلسفہ، سوانح وغیرہ) پر کتابیں لکھی ہیں۔

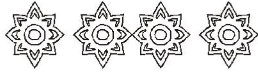
مولانا کی تصانیف میں زیر تبصرہ کتاب ''انسانیت موت کے دروازے پر'' ایک بڑی عمدہ تصنیف ہے۔ اس کتاب میں مولانا آزاد نے (۱۴) عظیم المرتبت ہستیوں کے سفر آخرت کی کیفیت بڑے پرسوز الفاظ میں بیان فرمائی ہے اور وہ جلیل القدر ہستیاں درج ذیل ہیں:

رحلت نبوی ﷺ، وفات صدیق، شہادت عمر فاروق، شہادت عثمان، شہادت علی بن ابی طالب، شہادت حسین، عمرو بن العاص، معاویہ بن ابی سفیان، خبیب بن عدی، عبداللہ ذوالبجادین، عبداللہ بن زبیر، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم، حجاج بن یوسف۔

یہ کتاب بڑی پرتاثیر، پر درد، دل گداز اور دلسوز اور اس قدر مؤثر ہے کہ شاید ہی کوئی سنگ دل ہو، جو اس کا مطالعہ کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں نہ لگ جائیں۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر جب مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملی، تو آپ دوسرے دن روضہ اقدس پر حاضر ہوئیں اور گویا ہوئیں (مولانا کے الفاظ میں):

''اے نبی ہدایت تجھ پر سلام، ابوالقاسم ﷺ تجھ پر سلام، رسول اللہ ﷺ آپ پر اور آپ کے دونوں ساتھیوں پر سلام میں آپ کے محبوب ترین عزیز کی موت کی خبر آپ کو سنانے آئی ہوں۔ میں آپ کے عزیز ترین کی یاد تازہ کرنے آئی ہوں۔ بخدا آپ کا چنا ہوا حبیب منتخب کیا ہوا عزیز قتل ہوگیا جس کی بیوی افضل ترین عورت تھی۔ واللہ وہ قتل ہوگیا جو ایمان لایا اور ایمان کے عہد میں پورا اترا، میں رونے والی غم زدہ ہوں، میں آپ پر آنسو بہانے اور دل جلانے والی ہوں۔ اگر قبر کھل جاتی تو تمہاری زبان بھی یہی کہتی کہ تیرا عزیز ترین اور افضل ترین وجود قتل ہوگیا۔'' [ص:۸۱]

یہ کتاب پاکستان میں کئی ناشروں نے شائع کی ہے لیکن اس جیسی عمدہ اور نفیس کتاب اس سے پہلے کسی ناشر نے شائع نہیں کی۔ یہ کتاب فیصل آباد، لاہور، اسلام آباد کے بک سٹالوں سے دستیاب ہے۔ قیمت درج نہیں ہے۔



دوسرارخ

کلچر شو اور آرٹ ہے چکر عورت کی تشہیر کا
اپنی مصنوعات پہ ٹھپّا نسوانی تصویر کا
چرچا ہے گو پاک وطن میں چادر کی تطہیر کا
مینا بازاروں میں میڈیم بکتی ہے سامان بھی
اِس کی خاطر ہم نے دی قربانی لاکھوں جان کی؟

☆☆☆

وی سی آر پہ عریاں فلمیں اور ٹی وی پہ بھارت کی
جس تہذیب کے بل پہ تھی تقسیم وہ آپ ہی غارت کی
دو قومی نظریہ جھٹلانے کی خوب جسارت کی
اور ڈبو دی لٹیا قائد اعظم کے فرمان کی
اِس کی خاطر ہم نے دی قربانی لاکھوں جان کی؟

☆☆☆

ہر اخبار کے ساتھ ایڈیشن یہ ثمرہ تحریک کا!
ٹائٹل پہ ایک موم کی گڑیا کُرتہ ہے باریک سا
پاک صحافی ذوق ترے کو ہدیہ ہے تبریک کا
تو نے تو پہچان کرائی تھی علم و عرفان کی
اس کی خاطر ہم نے دی قربانی لاکھوں جان کی؟

[پروفیسرعبداللہ شاہین]